دارالعلوم کراچی کا ترجمان

ماہنامہ

البلاغ
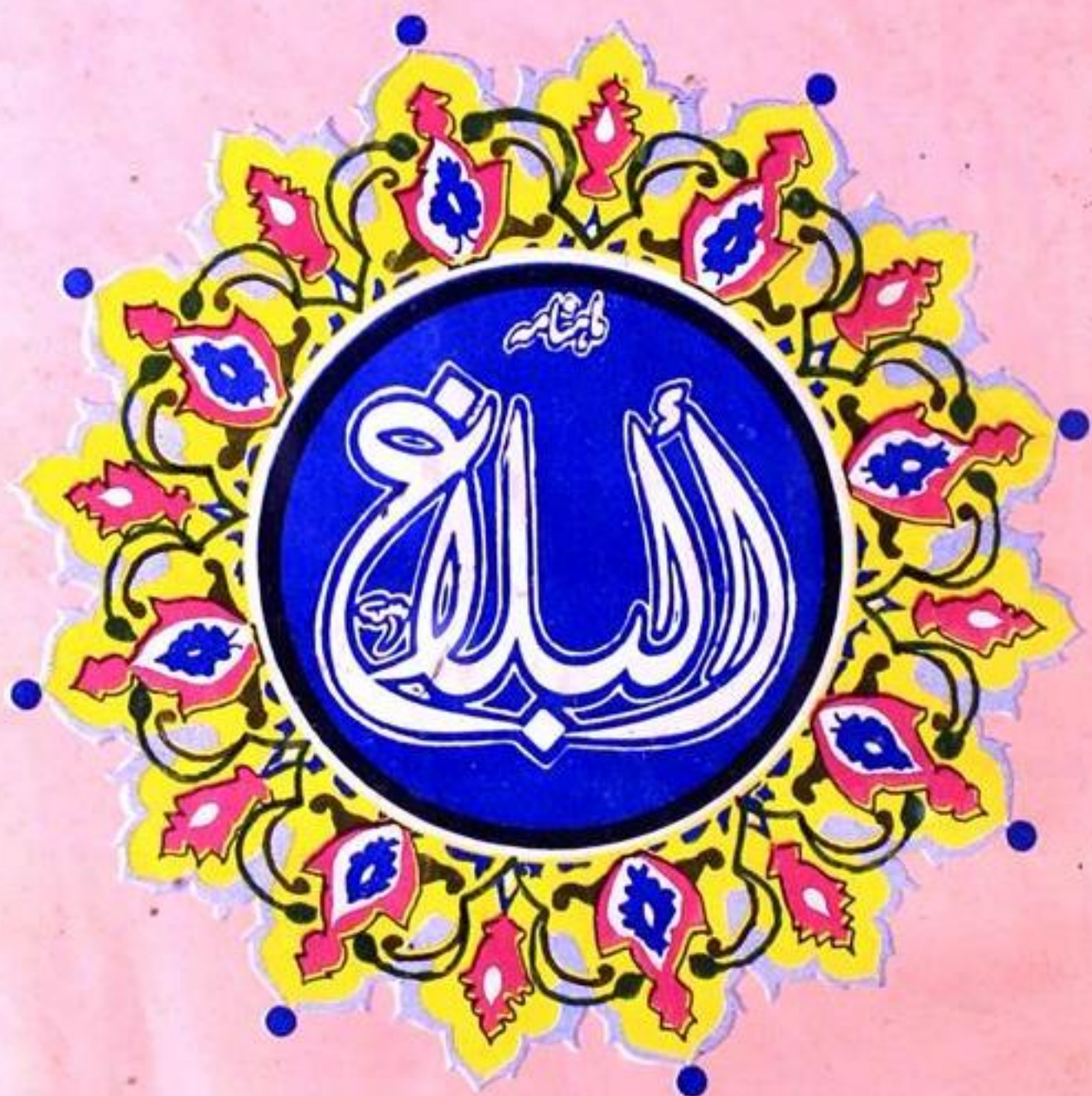
شوال المکرم ۱۴۰۷ھ جون ۱۹۸۷ء

بانی

مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب قدس سرہ

هٰذَا بَلَاغٌ لِّلنَّاسِ

جلد ۲۱

شوال المعظم ۱۴۰۶ھ / جون ۱۹۸۶ء

شمارہ ۱۰

❁ نگراں :

حضرت مولانا محمد رفیع عثمانی

❁ مدیر

محمد تقی عثمانی

❁ ناظم :

شجاعت علی ہاشمی

قیمت فی پرچہ پانچ روپے
سالانہ پچاس روپے

سالانہ بدل اشتراک :

بیرونِ ممالک بذریعہ ہوائی ڈاک و رجسٹری :

ریاستہائے متحدہ امریکہ / ۲۳۰ روپے برطانیہ، جنوبی افریقہ، ویسٹ انڈیز، برما، انڈیا، بنگلہ دیش، تھائی لینڈ

ہانگ کانگ، نائیجیریا، آسٹریلیا، نیوزی لینڈ / ۱۸۰ روپے سعودی عرب، عرب امارات، مسقط، بحرین، عراق، ایران، مصر، کویت / ۱۵۰ روپے

پبلشر: محمد تقی عثمانی دار العلوم کراچی

پرنٹر: مشہور آفسٹ پریس، کراچی

خط و کتابت کا پتہ : ماہنامہ "البلاغ" دار العلوم کراچی ۱۴

فون نمبر : ۳۱۱۲۱۷

ترتیب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ذکر و فکر:

حمد و ستائش اس ذات کیلئے جس نے اس کارخانۂ عالم کو وجود بخشا

اور

درود و سلام اس کے آخری پیغمبر پر جنہوں نے دنیا میں حق کا بول بالا کیا

ماہ شعبان کے دو ہفتے جنوبی افریقہ میں گذارنے کے بعد میں شعبان کے آخری عشرے میں مکہ مکرمہ پہنچا، خیال یہ تھا کہ اس مرتبہ رمضان المبارک کا ایک معتد بہ حصہ حرمین شریفین میں گذارنے کی توفیق ہوجائے۔ مدینہ منورہ کی حاضری میں ہمیشہ جو ضروری کام سرفہرست رہتے تھے ان میں حضرت مولانا قاری فتح محمد صاحب پانی پتی مہاجر مدنی کی زیارت بھی شامل تھی اور پاکستان سے روانہ ہوتے وقت ہی ان کی زیارت اور ان کی دعاؤں سے فیض یاب ہونے کا شوق دل میں موجود تھا، بلکہ سامان میں حضرت قاری صاحبؒ کے لئے ایک مختصر سا ھدیہ بھی رکھ لیا تھا۔

لیکن مکہ مکرمہ پہنچنے کے اگلے دن (۲۳ شعبان کو) مولوی عبد القیوم گلگتی صاحب نے (جو دار العلوم کے فاضل ہیں، اور ازہر سے ڈاکٹریٹ کرنے کے بعد اب جامعۃ ام القریٰ کے شعبۂ تحقیق میں بحیثیت اسکالر کام کر رہے ہیں) اچانک یہ جانکاہ خبر سنائی کہ پچھلی جمعرات کو (۱۸ شعبان) حضرت قاری صاحب قدس سرہٗ اس دنیائے فانی کو خیرباد کہکر اپنے مالک حقیقی کے حضور پہنچ چکے ہیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

جس روز یہ حادثہ پیش آیا، اس دن میں جنوبی افریقہ میں تھا، اس لئے مجھے اس کی اطلاع نہیں ہوسکی۔ اور اچانک یہ خبر دل پر بجلی بنکر گری۔ صرف چند روز کے فرق سے میں اُن کی زیارت سے محروم

رہا۔ اُن کی عنایات، اُن کی شفقتیں، اُن کا سراپا رحمت وجود اور اُن کی دلکش ادائیں ایک ایک کرکے یاد آتی رہیں، اور چند لمحوں کیلئے قلب و ذہن پر سکتہ سا چھا گیا۔

حضرت مولانا قاری فتح محمد صاحب قدس سرہٗ بلاشبہ اس دور میں قرآنِ کریم کا زندہ معجزہ تھے، اُن کے اَوصاف و کمالات کو اگر آنکھوں سے دیکھا نہ ہوتا تو صرف لوگوں کے کہنے سے یقین آنا مشکل ہوتا۔

بچپن ہی سے حضرت قاری صاحب قدس سرہٗ کا نام تو سُنا تھا، لیکن پہلی بار زیارت ۱۹۵۶ء میں اُس وقت ہوئی جب حضرت والد صاحبؒ نے دار العلوم کراچی میں تجوید و قراءت کا ایک باقاعدہ شعبہ بڑے پیمانے پر قائم کرنے ارادہ فرمایا۔ اُس وقت دار العلوم میں ملک بھر کے چوٹی کے قرارِ کرام کا ایک بڑا اجتماع منعقد کیا گیا، جس میں حضرت مولانا قاری فتح محمد صاحب قدس سرہٗ اور حضرت مولانا قاری عبد المالک صاحب قدس سرہٗ جیسے حضرات بھی شریک ہوئے۔ تجوید و قراءت کے فن سے تو ہماری ناواقفیت اس درجہ تھی کہ حضرت قاری فتح محمد صاحبؒ کے مقام کا اندازہ ہو ہی نہیں سکتا تھا، لیکن انکے سراپا، ان کی اداؤں اور اُن کے اندازِ زندگی میں جو زہد و تقویٰ جھلکتا نظر آتا تھا، اس نے دل کو بیحد متأثر کیا۔

بعد میں حضرت والد صاحبؒ کی فرمائش پر حضرت قاری فتح محمد صاحب قدس سرہٗ نے دار العلوم کے شعبۂ تجوید و قراءت کی سرپرستی و نگرانی قبول فرمالی، اُس وقت دار العلوم کا شعبۂ درس نظامی کورنگی کی موجودہ جگہ پر منتقل ہو چکا تھا، لہٰذا شعبۂ تجوید و قراءت نانک واڑہ کی قدیم عمارت میں قائم کیا گیا، حضرت قاری صاحب قدس سرہٗ نے اپنی مستقل رہائش بھی وہیں اختیار کی، اسی عمارت میں جو مسجد تعمیر کی گئی، اس کا نام بھی حضرت قاری صاحب قدس سرہٗ کے نام پر "مسجد فتح" رکھا گیا۔

اس زمانے میں حضرت قاری صاحب قدس سرہٗ کی خدمت میں بار بار حاضری اور آپ کو قریب سے دیکھنے کی سعادت میسر آئی۔ اگر ان کی زندگی کا نقشہ مختصر الفاظ میں بیان کیا جائے تو کسی مبالغے کے بغیر کہہ سکتے ہیں کہ ان کی پوری زندگی قرآنِ کریم میں رچی بسی ہوئی تھی۔ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ماثور دُعاؤں میں ایک دُعا اس طرح منقول ہے:۔

واسألك باسمك الذي استقر به عرشك ..... أن ترزقني القرآن العظيم وتخلطه بلحمي ودمي وسمعي وبصري وتستعمل به جسدي،

اے اللہ! میں آپ کے اُس نام کے واسطے سے، جس سے آپ کا عرش قرار پذیر ہے، سوال کرتا ہوں کہ آپ مجھے قرآنِ عظیم عطا فرمائیں، اور اُسے میرے گوشت، میرے خون، میری سماعت اور میری بصارت میں رچا دیں، اور میرے جسم کو قرآن ہی میں استعمال فرمائیں۔

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ حضرت قاری صاحب قدس سرہٗ نے کبھی یہ دُعا دِل سے مانگی ہوگی جو ان کے حق میں قبول ہوگئی۔ اُن کی زبان تو تقریباً ہر وقت قرآن کریم کی تلاوت سے شاداب رہتی ہی تھی، لیکن ان کی سوچ، ان

کے قلب و ذہن اور فکر و خیال کا محور بھی قرآن کریم ہی تھا۔ بس فکر ہر وقت یہ تھی کہ قرآنِ کریم کی تعلیم اور نشر و اشاعت کا بہتر سے بہتر کونسا طریقہ اختیار کیا جائے؟

یہ منظر تو سینکڑوں انسانوں نے دیکھا ہوگا کہ حضرت قاری صاحبؒ بیک وقت کئی کئی حفاظ سے قرآن کریم اس طرح سُنتے تھے کہ ہر شخص مختلف مقامات سے قرآن کریم پڑھتا ہوتا تھا، اور قاری صاحبؒ بیک وقت سب کی غلطیاں بتایا کرتے تھے۔

حضرت قاری صاحب قدس سرہٗ کو قرآن کریم کی متواتر قراءتیں اور ان کی مختلف روایات اس طرح ازبر تھیں جیسے عام مسلمانوں کو سورۂ فاتحہ یاد ہوتی ہے، وہ رمضان المبارک کی راتوں میں سحری تک تراویح پڑھاتے تھے، اور ایک ایک رات میں سات سے لیکر دس پاروں تک تلاوت فرماتے تھے، اس طرح تیسرے چوتھے دن قرآن کریم ختم فرماتے، اور پھر کسی اور قراءت یا روایت میں تلاوت شروع فرما دیتے، چنانچہ رمضان المبارک کے اختتام تک نو دس قراءتوں میں قرآن کریم ختم فرما لیتے تھے، دارالعلوم نانک واڑہ میں تراویح کا یہ معمول سالہا سال جاری رہا۔ عموماً ایک دو صفیں مقتدیوں کی ہو جاتی تھیں، مقتدی تو تراویح کے دوران کبھی بیٹھکر، کبھی نیم دراز ہو کر آرام بھی کرلیتے تھے، لیکن حضرت قاری صاحب قدس سرہٗ مسلسل کھڑے رہکر تلاوت فرماتے رہتے تھے، بعض اوقات ایسا بھی ہوتا کہ تراویح ایسے وقت ختم ہوتی جب سحری میں صرف دس پندرہ منٹ باقی رہ جاتے۔

حضرت قاری صاحبؒ نے قرآنِ کریم کو یاد رکھنے کیلئے ایسے ایسے طریقے ایجاد کئے ہوئے تھے کہ وہ خارقِ عادت معلوم ہوتے تھے، وہ آیاتِ قرآنی کے صرف آخری کلمات اس طرح تسلسل اور روانی سے پڑھتے چلے جاتے تھے جیسے ایک مسلسل عبارت۔ اسی طرح بعض اوقات آیاتِ قرآنی کے اوائل بھی اسی تسلسل سے پڑھتے چلے جاتے تھے۔

بعض اوقات ایسا بھی ہوا کہ کئی شاگردوں کی تلاوت سُنتے سُنتے حضرت قاری صاحبؒ کو تھوڑی سی نیند آگئی، لیکن بیدار ہونے کے بعد تمام شاگردوں سے وہی حصّے دوبارہ پڑھوائے جن میں ان سے غلطی ہوئی تھی۔

ذوقِ عبادت کا عالم یہ تھا کہ اکثر و بیشتر روزے رکھتے تھے، حد یہ ہے کہ ایک مرتبہ شدید گرمی کے موسم میں حج کا زمانہ آیا، عرفات کے میدان میں حضرت قاری صاحبؒ سے ملاقات ہوئی تو وہ اس وقت بھی روزے سے تھے ــــ نابینا ہونے کے باوجود ہر نماز مسجد میں باجماعت ادا کرنے کا اہتمام اِس دور میں اُن سے زیادہ کسی میں نہیں دیکھا۔ شاید یہ کہا جائے تو مبالغہ نہ ہو کہ سالہا سال سے ان کی کوئی جماعت قضا نہیں ہوئی تھی۔

وفات سے تقریباً بارہ سال پہلے حضرت قاری صاحبؒ مدینہ منورہ ہجرت فرما گئے تھے، اور آخر وقت تک وہیں مقیم رہے۔ سات آٹھ سال پہلے حضرت قاری صاحبؒ پر فالج کا حملہ ہوا، اس وقت سے معذوری اور بڑھ گئی، مسلسل علاج کے باوجود بے تکلف بولنے پر آخر وقت تک قدرت نہیں ہوئی، لیکن اس حالت میں بھی حرم شریف کی حاضری میں فرق نہیں آیا۔ ہر نماز حرم شریف میں ادا فرماتے، اور عصر سے عشاء تک کا وقت حرم شریف ہی میں گذارتے تھے۔

نابینا ہونے کے باوجود قرآن کریم کی قراآتِ متواترہ کے علاوہ علمِ قراآت پر لکھی ہوئی کتابیں اور طویل قصائد بالکل ازبر تھے، اور علمِ قراآت پر حضرت قاری صاحبؒ نے محققانہ تصانیف کا جو عظیم الشان ذخیرہ چھوڑا ہے، وہ اس دور میں یقیناً بے مثال ہے۔

حضرت قاری صاحب قدس سرہٗ نے درسِ نظامی کی تکمیل دارالعلوم دیوبند میں فرمائی تھی، مشکوٰۃ شریف میں داخلے کا امتحان حضرت والد صاحب قدس سرہٗ نے لیا تھا، اور قاری صاحبؒ کو اس امتحان کی ایک ایک جزوی تفصیل یاد تھی، اور اس کی بنا پر وہ حضرت والد صاحب قدس سرہٗ سے ہمیشہ استاذ ہی کا جیسا معاملہ فرماتے تھے، حالانکہ حضرت والد صاحبؒ ان کے علمی و عملی کمالات کی بنا پر ان سے اپنے بزرگوں جیسا سلوک فرماتے تھے۔

طریقت میں حضرت قاری صاحبؒ نے حضرت مولانا مفتی محمد حسن صاحب قدس سرہٗ سے بیعت کا تعلق قائم فرمایا تھا، آپ کی وفات کے بعد حضرت قاری صاحبؒ کے اپنے بیان کے مطابق حضرت والد صاحبؒ سے اصلاحی تعلق قائم رکھا، اور یہ حضرتؒ کے اخلاص، تواضع اور فنائیت کا ثمرہ تھا کہ اتنے عظیم کمالات اور اتنی بڑی روحانی نسبتوں کے بعد بھی اپنے آپ کو اصلاحی تعلق سے مستغنی نہیں سمجھا، اور وفات سے کچھ ہی عرصہ قبل حضرت مولانا مفتی رشید احمد صاحب لدھیانوی قدس سرہٗ سے اصلاحی تعلق قائم فرمایا۔

حضرت قاری صاحب قدس سرہٗ کے معتقدین، متوسلین، شاگردوں اور نیازمندوں کی تعداد یقیناً ہزاروں میں ہوگی، اور نابینا ہونے کی وجہ سے ان میں سے کسی کو دیکھنا ممکن نہ تھا، لیکن آواز ہی سے فوراً مخاطب کو پہچان لیتے تھے، بلکہ جو شخص سالہا سال بھی حضرتؒ سے نہ ملا ہو، وہ جب مدتِ دراز کے بعد ملتا تو اس وقت بھی اسے نہ صرف فوراً شناخت فرمالیتے، بلکہ اس کے معاملات و مسائل بھی از خود یاد دلادیتے تھے۔

برادرِ محترم حضرت مولانا مفتی محمد رفیع صاحب مدظلہم اور اس ناکارہ کے ساتھ حضرتؒ کی شفقتیں ناقابلِ بیان تھیں۔ خاص طور پر حضرت والد صاحب قدس سرہٗ کی وفات کے بعد اس توجہ میں بہت اضافہ ہوگیا تھا۔ جبتک فالج کا حملہ نہیں ہوا تھا، ہر تھوڑے عرصے کے بعد مدینہ طیبہ سے خط ارسال فرماتے جو نصائح اور دعاؤں سے بھرا ہوتا تھا۔ احقرؔ کی جو کوئی تحریر 'البلاغ' میں شائع ہوتی' اسے پورے اہتمام کے ساتھ سُنتے تھے۔

احقر کو اپنی کتاب "علوم القرآن" کی تالیف کے دوران قرآن کریم کے "سبعۃ احرف" پر ایک تحقیقی مقالہ لکھنا پڑا، اس مقالے کی تالیف میں احقر نے اپنی بساط کے مطابق کافی محنت کی، یہ مقالہ احقر کی ان چند تحریروں میں سے ہے جن میں احقر کو کافی مشقت اٹھانی پڑی، لیکن لکھنے کے بعد اس وقت تک اطمینان نہیں ہوا جبتک کسی محقق فن کی نظر سے نہ گذرے، چنانچہ ایک مرتبہ حضرت

قاری صاحبؒ مدینہ منورہ سے پاکستان تشریف لائے تو احقر نے موقع غنیمت سمجھ کر حضرتؒ کو پورا مقالہ سُنایا، حضرتؒ نے لفظ بہ لفظ مقالہ سُنا، اس کی تصدیق و تصویب فرمائی، اور بہت دعائیں دیں، اس کے بعد احقر کو اطمینان ہوا، اور اسے اشاعت کیلئے بھیجا۔

تقریباً بارہ سال سے حضرتؒ مدینہ طیبہ میں مُقیم تھے، اور اس انتظار میں تھے کہ کسی طرح جنۃ البقیع کی مٹی نصیب ہو جائے، اس غرض کیلئے انہوں نے انتہائی خندہ پیشانی سے بڑے مجاہدات کئے، اور بڑی صعوبتیں اُٹھائیں، اگرچہ کئی سال سے گویائی کی طاقت نہیں رہی تھی، اور طرح طرح کے امراض کا شکار تھے، لیکن چہرے پر ہر وقت سکینت و طمانیت کا نور چھایا رہتا تھا۔

احقر کی آخری ملاقات اب سے چند ماہ قبل مدینہ منورہ میں ہوئی، احقر صرف دو روز کے لئے مدینہ منورہ حاضر ہوا تھا، حضرتؒ کی خدمت میں حاضر ہوا تو حضرتؒ کی اہلیہ محترمہ نے (جنہیں حضرتؒ کے تمام متعلقین "بڑی استانی جی" کہتے ہیں) احقر سے فرمایا کہ قاری صاحبؒ کو ضعف بہت ہوگیا ہے، اس کے باوجود وہ روزے مسلسل رکھ رہے ہیں، ذرا تم انہیں سمجھاؤ۔

احقر نے حضرتؒ سے عرض کیا کہ "حضرت! آپ کی جسمانی حالت تو ایسی ہے کہ ایسے میں فرض روزے بھی قضا کرنے کی اجازت ہو جاتی ہے، اور آپ فرض تو کجا، مسلسل نفلی روزے رکھتے رہتے ہیں۔ اگر چند روز کیلئے نفلی روزے موقوف فرمادیں تو اس روز افزوں ضعف کا کچھ علاج ہو سکے، آخر نفس کا بھی کچھ حق ہے"۔

یہ بات سُن کر حضرتؒ کے چہرۂ مبارک پر تبسم چھا گیا، حسبِ منشا بولنے پر قدرت نہ تھی، لیکن جواب میں احقر کا ہاتھ پکڑ کر قدرے آواز سے ہنسے، اور دو تین بار ہاتھ کو جھٹکے دیکر چھوڑ دیا۔ زبانِ حال سے گویا یہ فرمایا کہ "ظاہری اعتبار سے تم ٹھیک کہتے ہو، لیکن بات اس ظاہر سے آگے بڑھ چکی ہے"۔

کسے معلوم تھا کہ یہ حضرت قاری صاحبؒ سے آخری ملاقات ہے، اس واقعے کے چند ہی ماہ بعد ۱۸ شعبان کو حضرت قاری صاحبؒ اپنے مالکِ حقیقی سے جاملے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔

حضرت قاری صاحبؒ کی وفات کے حالات اُن کے خادمِ خاص مولانا عبدالقادر صاحب نے تحریر فرمائے ہیں جو اسی شمارے میں الگ شائع ہو رہے ہیں۔

حضرت قاری صاحبؒ کی وفات پورے عالمِ اسلام کا عظیم سانحہ ہے۔ اللّٰھم لاتحرمنا اجرہ ولا تفتنّا بعدہ۔ ادارہ اَلبلاغ حضرتؒ کے اہل خانہ بلکہ تمام مسلمانوں کی خدمت میں پیغام تعزیت پیش کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ حضرت قاری صاحبؒ کی روحِ پرفتوح پر پیہم رحمتوں کی بارش فرمائے، اور پسماندگان کو صبرِ جمیل کی توفیق بخشے۔ آمین۔ قارئینِ البلاغ سے دعائے مغفرت اور ایصالِ ثواب کے اہتمام کی درخواست ہے۔

محمد تقی عثمانی
مدینہ منورہ - ۷ رمضان ۱۴۰۶ھ

حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رح

معارف القرآن * سورۂ زمر * آیت ۱۱ تا ۲۰

خلاصۂ تفسیر

آپ کہہ دیجئے کہ مجھ کو (منجانب اللہ) حکم ہوا ہے کہ میں اللہ کی اس طرح عبادت کروں کہ عبادت کو اُسی کے لئے خاص رکھوں (یعنی اس میں شائبہ شرک کا نہ ہو) اور مجھ کو (یہ بھی) حکم ہوا ہے کہ (اُس امت کے لوگوں میں) سب مسلمانوں میں اوّل (اسلام کو حق ماننے والا) میں ہوں (اور ظاہر ہے کہ قبول احکام میں نبی کا اوّل ہونا ضروری ہے اور) آپ (یہ بھی) کہہ دیجئے کہ اگر (بفرض محال) میں اپنے رب کا کہنا نہ مانوں تو میں ایک بڑے دن (یعنی قیامت) کے عذاب کا اندیشہ رکھتا ہوں اور آپ (یہ بھی) کہہ دیجئے کہ مجھے جس بات کا حکم ہوا ہے تو اسی پر کاربند ہوں چنانچہ) میں تو اللہ ہی کی عبادت اس طرح کرتا ہوں کہ عبادت کو اسی کے لئے خالص رکھتا ہوں۔ (جس میں شرک کا ذرا سا شائبہ نہیں) تو (اس کا تقاضا تو یہ ہے کہ تم بھی ایسی ہی خالص عبادت کرو لیکن اگر تم نہیں مانتے تو تم جانو اور) خدا کو چھوڑ کر تمہارا دل جس چیز (کی عبادت) کو چاہے اس کی عبادت کرو (قیامت کے روز اس کا مزہ چکھو گے اور) آپ ان سے (یہ بھی) کہہ دیجئے کہ پورے زیاں کار وہی لوگ ہیں جو اپنی جانوں سے اور اپنے متعلقین سے قیامت کے روز خسارے میں پڑے (یعنی نہ اپنی جان سے اس کو کوئی فائدہ پہونچا اور نہ اپنے متعلقین سے کیونکہ وہ متعلقین بھی اگر انہیں کی طرح گمراہ تھے تو وہ بھی گرفتار عذاب ہوں گے دوسروں کو کیا فائدہ پہنچائیں گے اور اگر وہ مومن مخلص ہو کر جنت میں ہوں گے تو بھی وہ کافروں کی کوئی سفارش کر کے نفع نہیں پہنچا سکتے) یاد رکھو کہ کھلا ہوا خسارہ یہ ہے کہ اُن کے لئے اُن کے اوپر سے بھی آگ کے شعلے ہوں گے اور اُن کے نیچے سے بھی آگ کے محیط شعلے ہوں گے یہ وہی (عذاب) ہے جس سے اللہ اپنے بندوں کو ڈراتا ہے (اور اس سے بچنے کی تدبیریں بتلاتا ہے جو دین

حق پہ عمل کرنا ہے سو اے میرے بندو مجھ سے (یعنی میرے عذاب سے) ڈرو (یہ حال تو کفار مشرکین کا ہوا) اور جو لوگ شیطان کی عبادت سے بچتے ہیں (شیطان کی عبادت سے مراد اس کی اطاعت ہے) اور (ہمہ تن) اللہ کی طرف متوجہ ہوتے ہیں، وہ مستحق خوشخبری سنانے کے ہیں سو آپ میرے ان بندوں کو خوشخبری سنا دیجئے جو (اس صفت کے ساتھ بھی موصوف ہیں کہ) اس کلام (الہٰی) کو کان لگا کر سنتے ہیں۔ پھر اس کی اچھی باتوں پر (اور اللہ کے احکام سب اچھے ہیں۔ جیسا کہ آگے آیت احسن الحدیث میں آتا ہے) چلتے ہیں یہی ہیں جن کو اللہ نے ہدایت کی ہے اور یہی ہیں جو اہل عقل ہیں (سو ان لوگوں کو بشارت دیدیجئے جس چیز کی بشارت دینا ہے اس کا بیان تو آگے آئے گا آیت " لکن الذین اتقوا " میں درمیان میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دینے کے لئے یہ بیان کیا گیا ہے کہ ان کا ذوں کا مومن بنادینا آپ کے اختیار سے خارج ہے اس لئے اس پر کوئی غم نہ کریں کہ) بھلا جس شخص پر عذاب کی (ازلی تقدیری) بات محقق ہو چکی تو کیا آپ ایسے شخص کو جو کہ (علم الہٰی میں) دوزخ میں ہے (موجبات جہنم سے) چھڑا سکتے ہیں (یعنی جو دوزخ میں جانے والے ہیں وہ کوشش سے بھی گمراہی سے باز نہیں آویں گے، اس لئے اُن پر افسوس اور غم بے کار ہے) لیکن جو لوگ (ایسے ہیں کہ اُن کے حق میں کلمۃ العذاب محقق نہیں ہوا، اور اس وجہ سے وہ آپ کے احکام سن کر) اپنے رب سے ڈرتے رہے۔ ان کے لئے (جنت کے) بالاخانے ہیں جن کے اوپر اور بالاخانے ہیں جو بنے بنائے تیار ہیں (اور) اُن کے نیچے نہریں چل رہی ہیں۔ یہ اللہ نے وعدہ کیا ہے (اور) اللہ وعدہ خلافی نہیں کرتا۔ (یہ مضمون اس بشارت کا ہے جس کا آپ کو حکم دیا گیا ہے۔ فَبَشِّرْ عِبَادِ)

معارف و مسائل

فَبَشِّرْ عِبَادِ الَّذِيْنَ يَسْتَمِعُوْنَ الْقَوْلَ فَيَتَّبِعُوْنَ اَحْسَنَهٗ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ هَدٰىهُمُ اللّٰهُ وَاُولٰٓئِكَ هُمْ اُولُوا الْاَلْبَابِ۔

اس آیت کی تفسیر میں حضرات مفسرین کے اقوال متعدد ہیں۔ ایک قول وہ ہے جس کو ابن کثیر نے لیا اور خلاصہ تفسیر مذکور میں اسی کو اختیار کیا گیا ہے وہ یہ ہے کہ قول سے مراد اللہ کا کلام قرآن یا قرآن مع تعلیمات رسول ہے اور وہ سب احسن ہی احسن ہے اس لئے مقتضی مقام کا بظاہر یہ تھا کہ یستمعون القول فیتبعونہ کہا جاتا۔ مگر اس کی جگہ لفظ احسن کا اضافہ کر کے اس طرف اشارہ فرما دیا کہ ان لوگوں نے قرآن و تعلیمات رسول کا اتباع بے بصیرتی کے ساتھ نہیں کیا جیسا بے وقوف لوگوں کا طریقہ ہے کہ جس کی بات سنی بغیر کسی تحقیق و بصیرت کے اس اتباع کرنے لگے بلکہ ان لوگوں نے اللہ اور اس کے رسول کے کلام کو حق اور احسن دیکھنے کے بعد اس کا اتباع کیا ہے۔ اس کے نتیجہ میں آخر آیت میں ان کو اولوا الالباب یعنی عقل والے ہونے کا خطاب دیا گیا ہے۔ اس کی نظیر قرآن ہی میں وہ ارشاد ہے جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کو تورات کے متعلق ہوا ہے۔ فخذھا بقوۃ وامر قومک یاخذوا باحسنھا۔ یہاں بھی احسن سے مراد پوری تورات اور اس کے احکام ہیں۔ اسی طرح مذکورہ آیات میں استماع قول سے مراد استماع قرآن اور اتباع احسن سے مراد اتباع پورے قرآن کا ہے جس کو اگلی آیت میں احسن الحدیث فرمایا گیا ہے۔ اسی تفسیر میں کہ قول سے مراد خاص قرآن لیا جائے۔ بعض حضرات نے یہ بھی فرمایا ہے کہ قرآن کریم میں

بھی بہت سے احکام میں حسن اور احسن کے درجات رکھے ہیں مثلاً انتقام اور عفو دونوں جائز ہیں۔ مگر عفو احسن و افضل ہے، وان تصبروا خیر لکم۔ بہت سی چیزیں جس میں قرآن نے انسان کو اختیار دیا ہے کہ دونوں میں جس کو چاہے اختیار کرے کوئی گناہ نہیں۔ مگر ان میں سے کسی ایک کو احسن و افضل بھی فرما دیا جیسے وان تعفوا اقرب للتقوی۔ میں ہے بہت سی چیزوں میں رخصت دی گئی ہے مگر عزیمت پر عمل کو احسن و افضل فرمایا ہے تو مراد آیت کی یہ ہوگئی کہ یہ لوگ احکام قرآن رخصت کے بھی سنتے ہیں۔ عزیمت کے بھی مگر اتباع بجائے رخصت کے عزیمت کا کرتے ہیں اور جن دو چیزوں میں ایک حسن ہو دوسری احسن، یہ ان میں سے احسن ہی کو عمل کے لئے اختیار کرتے ہیں۔

اور بہت سے حضرات مفسرین نے اس جگہ قول سے مراد عام لوگوں کے اقوال لئے ہیں جن میں توحید و شرک۔ کفر و اسلام حق و باطل پھر حق میں حسن اور احسن اور راجح و مرجوح سب داخل ہیں۔ مطلب آیت کا اس پر یہ ہے کہ یہ لوگ باتیں تو سب کی سنتے ہیں۔ کفار کی بھی۔ مومنین کی بھی۔ حق بھی۔ باطل بھی، اچھی بھی اور بری بھی لیکن اتباع صرف اسی بات کا کرتے ہیں جو احسن ہے توحید و شرک میں سے توحید کا حق و باطل میں سے حق کا اور حق کے مختلف درجات ہوں تو ان میں جو احسن اور راجح ہو اس کا اتباع کرتے ہیں، اسی لئے ان کو دو صفتوں کے ساتھ موصوف کیا گیا پہلی ھداھم اللہ یعنی یہ لوگ اللہ کی طرف سے ہدایت یافتہ ہیں۔ اس لئے مختلف قسم کی باتیں سن کر بھٹکتے نہیں دوسرے اُولٰئِکَ ھُم اولو الالباب۔ یعنی یہ لوگ عقل والے ہیں عقل کا کام ہی یہ ہے کہ اچھے برے اور حق و باطل میں تمیز کرے اور حسن و احسن کو پہچان کر احسن کو اختیار کرے۔

اسی لئے کہا گیا ہے کہ یہ آیت عمرو بن نفیل، ابوذر غفاری اور سلمان فارسی رضی اللہ عنہم کے بارے میں نازل ہوئی۔ عمرو بن نفیل زمانۂ جاہلیت میں بھی شرک و بت پرستی سے نفرت کرتے تھے، حضرت ابوذر غفاری اور سلمان فارسی مختلف اہل مذاہب مشرکین پھر یہود و نصاریٰ کی باتیں سننے اور ان کے طور طریق دیکھنے کے بعد ایمان لائے اور قرآنی تعلیمات کو سب سے احسن پاکر اُن کو ترجیح دی۔ (قرطبی)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

إِنِ الْحُكْمُ إِلَّا لِلَّهِ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَعَلَيْهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُتَوَكِّلُونَ

تصویر کی شرعی حیثیت

اور شناختی کارڈ اور پاسپورٹ پر تصویر کا شرعی حکم

سپریم کورٹ کی شریعت بنچ میں شناختی کارڈ پر تصویر چسپاں کرنے کو لازمی قرار دینے والے قانون کو چیلنج کیا گیا تھا، اس مقدمے میں حضرت مولانا محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہم نے جو اس بنچ کے ایک رکن تھے، جو مفصل فیصلہ لکھا، وہ ذیل میں پیش خدمت ہے ——— (شجاعت ہاشمی)

محمد تقی عثمانی:

۱۔ اپیل کنندہ نے دستور پاکستان کی دفعہ ۲۰۳ کے تحت وفاقی شرعی عدالت میں رجسٹریشن ایکٹ ۱۹۷۳ء کو اسلامی احکام کے خلاف ہونے کی بنیاد پر چیلنج کیا تھا، اس ایکٹ کے تحت پاکستان کے ہر شہری کے لئے ضروری ہے کہ وہ حکومت پاکستان کے پاس اپنے آپ کو رجسٹر کرا کر ایک شناختی کارڈ حاصل کرے، جس پر اس کی تصویر چسپاں ہو۔ اپیل کنندہ کا کہنا یہ تھا کہ جاندار اشیاء کی تصویر بنانا اسلامی احکام کے تحت ناجائز ہے، اس لئے شناختی کارڈ پر تصویر لگانے کی پابندی اسلامی احکام کے خلاف ہے، اور اس بنیاد پر اس قانون کو کالعدم قرار دیا جائے۔ وفاقی شرعی عدالت نے اپنے فیصلے مورخہ ۳-۱۲-۱۹۸۰ء

کے تحت اپیل کنندہ کی یہ درخواست خارج کردی، اور یہ قرار دیا کہ تصویر سازی بذات خود حرام نہیں ہے تا وقتیکہ اس کو ناجائز مقصد کا ذریعہ نہ بنایا جائے، اپیل کنندہ نے وفاقی شرعی عدالت کے اس فیصلے کے خلاف یہ اپیل دائر کی ہے۔

۲۔ ہم نے اس مقدمہ میں اپیل کنندہ کے وکیل میاں نذیر اختر صاحب اور وفاق پاکستان کے وکیل سید ریاض الحسن گیلانی صاحب کے دلائل تفصیل کے ساتھ سُنے، اور اس موضوع پر ڈاکٹر مجیب الرحمٰن صاحب صدر شعبہ اسلامیات پشاور یونیورسٹی ڈاکٹر عبدالواحد ہالیپوتا، صدر ادارۂ تحقیقات اسلامی، پاکستان، اور ڈاکٹر سبط حسن صاحب کو بھی بحیثیت مشیر عدالت اپنے دلائل پیش کرنے کی دعوت دی، اور ان کے زبانی اور تحریری بیانات سے استفادہ کیا۔

۳۔ فاضل وفاقی شرعی عدالت کے فیصلے میں اور ہمارے سامنے فریقین کی بحث کے دوران یہ مسئلہ صرف شناختی کارڈ کی حد تک محدود نہیں رہا، بلکہ اصولی طور پر یہ بات بھی زیر بحث آئی کہ تصویر کے بارے میں اسلام کا کیا موقف ہے؟ اس لئے ہمارے نزدیک یہاں دو مسئلے تنقیح طلب ہیں، ایک یہ کہ اسلام میں کسی جاندار شئے کی تصویر بنانا یا رکھنا جائز ہے یا ناجائز؟ دوسرے یہ کہ تصویر سازی اسلام میں ناجائز ہے تو کیا کسی جائز ضرورت کے تحت اس کی اجازت دی جاسکتی ہے؟ ان مسائل کا واضح جواب ملنے پر ہی یہ فیصلہ کیا جاسکتا ہے کہ رجسٹریشن ایکٹ کا زیر بحث قانون اسلامی احکام کے مطابق ہے یا نہیں؟

۴۔ اسلامی احکام کا سب سے پہلا ماخذ قرآن کریم ہے، لہٰذا سب سے پہلے یہ دیکھنا چاہیئے کہ تصویر کے جواز اور عدم جواز کے بارے میں قرآن کریم کا کوئی حکم موجود ہے یا نہیں؟ اپیل کنندہ کے فاضل وکیل میاں نذیر اختر صاحب نے اس سلسلے میں مندرجہ ذیل قرآنی آیات کا حوالہ دیا:

هُوَ الَّذِىْ يُصَوِّرُكُمْ فِى الْاَرْحَامِ كَيْفَ يَشَآءُ ، (۳ : ۶)

"اللہ وہ ہے جو رحم مادر میں جس طرح چاہتا ہے تمہاری صورت بناتا ہے۔"

وَلَقَدْ خَلَقْنٰكُمْ ثُمَّ صَوَّرْنٰكُمْ ، (۷ : ۱۱)

"اور بلاشبہ ہم نے تم کو پیدا کیا، پھر تمہاری صورت بنائی۔"

وَصَوَّرَكُمْ فَاَحْسَنَ صُوَرَكُمْ ، (۴۰ : ۶۴)

اور اللہ نے تمہاری صورت بنائی، پس تمہاری صورتوں کو اچھا بنایا۔

هُوَ اللّٰهُ الْخَالِقُ الْبَارِئُ الْمُصَوِّرُ ، (۵۹ : ۲۴)

وہ اللہ خالق ہے، پیدا کرنے والا ہے، اور صورت بنانے والا ہے۔

ان آیات سے فاضل وکیل کا استدلال یہ تھا کہ ان آیتوں میں "صورت" بنانے کو اللہ تعالیٰ کی صفت قرار دیا گیا ہے، جس میں کوئی اور شریک نہیں ہوسکتا، اور جس طرح کسی انسان کو "خالق" نہیں کہہ سکتے، اسی طرح کسی کو "مصور" بھی نہیں کہا جاسکتا، لہٰذا کسی انسان کے لئے تصویر سازی

جائز نہیں۔

۵۔ ہماری نظر میں فاضل وکیل کا یہ استدلال زیر بحث مسئلے کے لئے بڑا دور از کار ہے، واقعہ یہ ہے کہ ان تمام آیات میں اللہ تعالیٰ نے انسانوں کی حقیقی صورت گری کا ذکر فرمایا ہے، جس کا مطلب یہ ہے کہ تمام انسانوں کی صورتیں اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرتِ کاملہ کے تحت بنائی ہیں، یہاں اس فقہی مسئلہ سے کوئی بحث نہیں ہے کہ کسی انسان کے لئے کسی جاندار چیز کی مصنوعی شکل بنانا جائز ہے یا نہیں؟ لہٰذا تنہا ان آیات کی بنیاد پر یہ نہیں کہا جا سکتا کہ قرآن کریم نے تصویر کو ناجائز قرار دیا ہے۔

۶۔ دوسری طرف فاضل وکیل برائے وفاق سید ریاض الحسن گیلانی صاحب نے تصویر کے جواز کیلئے سورۂ سبا کی یہ آیت پیش کی:

يَعْمَلُونَ لَهُ مَا يَشَاءُ مِنْ مَحَارِيبَ وَتَمَاثِيلَ وَجِفَانٍ كَالْجَوَابِ وَقُدُورٍ رَاسِيَاتٍ ، (۳۴ : ۱۳)

وہ (جنات) ان (حضرت سلیمان علیہ السلام) کے لئے ان کی خواہش کے مطابق محرابیں، تصویریں، تالابوں جیسے لگن اور بڑی بڑی دیگیں جو ایک ہی جگہ جمی رہیں، بنایا کرتے تھے۔

فاضل وکیل کا استدلال یہ تھا کہ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے حضرت سلیمان علیہ السلام کے بارے میں یہ بتایا ہے کہ وہ جنات سے تصویریں بنواتے تھے، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ تصویر سازی جائز ہے۔

۷۔ لیکن ہماری نظر میں یہ آیت بھی زیر بحث مسئلے میں کوئی فیصلہ کن دلیل نہیں ہے، اس لئے کہ یہاں قرآن کریم نے تصویروں کے لئے لفظ "تماثیل" استعمال فرمایا ہے، "تماثیل" دراصل "تمثال" کی جمع ہے، اور عربی زبان میں اس کے معنی ہیں "ہر وہ چیز جو کسی دوسری شئے کے مشابہ بنائی جائے"

(ملاحظہ ہو: لسان العرب ص ۶۱۳ ج ۱۱ دار صادر بیروت)

چنانچہ عربی لغت اور تفسیر کے مشہور عالم علامہ زمخشریؒ لکھتے ہیں:

ويجوز أن يكون غير صور الحيوان، كصورة الأشجار وغيرها، لأن التمثال كل ما صوّر على مثل صورة غيره من حيوان، أو غير حيوان۔

یہ عین ممکن ہے کہ (حضرت سلیمان علیہ السلام جو تصویریں بنواتے تھے) وہ جاندار اشیاء کی تصویریں نہ ہوں، مثلاً درختوں وغیرہ کی تصویریں، اس لئے کہ عربی میں "تمثال" ہر اس چیز کو کہتے ہیں جو کسی دوسری شئے کی صورت پر بنائی جائے، خواہ وہ دوسری شئے حیوان ہو یا غیر حیوان۔

(الکشاف، للزمخشری، بذیل آیت سورۂ سبا)

اور جب "تماثیل" کا لفظ بے جان اشیاء کی تصاویر کیلئے بلا تکلف استعمال ہوتا ہے تو اس آیت سے

لازمی طور پر یہ نتیجہ نہیں نکالا جا سکتا کہ حضرت سلیمان علیہ السلام جاندار اشیاء کی تصویریں بنوایا کرتے تھے، بلکہ یہ عین ممکن ہے کہ وہ درختوں، پھولوں، قدرتی مناظر اور دوسری بے جان اشیاء کی تصویریں بنواتے ہوں، اس کی تائید اس بات سے بھی ہوتی ہے کہ تورات میں بھی جان دار اشیاء کی تصویریں بنانے کو ممنوع قرار دیا گیا ہے، چنانچہ آج بھی تورات میں یہ احکام موجود ہیں :

"اپنے لئے کوئی تراشی ہوئی چیز نہ بنانا، نہ کسی چیز کی صورت بنانا، جو اوپر آسمان میں، یا نیچے زمین پر، یا زمین کے نیچے پانی میں ہے"

(خروج ۲۰ : ۱)

"تا نہ ہو کہ تم بگڑ کر کسی شکل یا صورت کی کھودی ہوئی مورت اپنے لئے بنالو جس کی شبیہ کسی مرد یا عورت یا زمین کے کسی حیوان یا ہوا میں اڑنے والے کسی پرند یا زمین میں رینگنے والے جاندار یا مچھلی سے جو زمین کے نیچے پانی میں رہتی ہے، ملتی ہو"

(استثناء ۴ : ۱۶ تا ۱۸)

یہ آخری جملہ بائبل کے انگریزی ترجمے میں اس طرح مذکور ہے :

And will you be deluded in carving some outward image or likeness, of men or woman, of beasts that roam on the earth or birds that fly in the air, creeping things on land or fish that dwell in the waters, down at the root of earth ?

(Deuteronomy 4: 16, 18 Knox's version

۷۔ اس سے واضح ہے کہ تصویر سازی تورات کی رو سے بھی ممنوع تھی، اور چونکہ حضرت سلیمان علیہ السلام بنیادی طور پر تورات ہی کی شریعت کے پیرو تھے، اس لئے یہ بات بہت بعید ہے کہ وہ تورات کے احکام کے خلاف جاندار اشیاء کی تصاویر بنواتے ہوں، چنانچہ ظاہر یہی ہے کہ وہ بے جان اشیاء کی تصاویر بنواتے ہوں گے، اور انہی بے جان اشیاء کی تصاویر کو "تماثیل" کے لفظ سے تعبیر کیا گیا ہے، اور اگر بالفرض ان سے جان دار اشیاء کی تصاویر ہی مراد ہوں، تب بھی یہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے زمانے کا ذکر ہے، اور اصول فقہ کا یہ قاعدہ مسلّم ہے کہ قرآن و حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے انبیاء علیہم السلام کے جو واقعات مذکور ہیں، ان سے امت محمدیہ میں کسی مسئلہ پر اسی وقت استدلال کیا جا سکتا ہے جب قرآن و حدیث میں صراحت کر دی گئی ہو کہ یہ حکم امت محمدیہ کے لئے بھی واجب الاتباع ہے، یا پھر اس امت کے لئے قرآن و حدیث میں اس کے مخالف کوئی دوسرا حکم موجود نہ ہو، اور چونکہ اس مسئلہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے

احادیث موجود ہیں، اس لئے ان کی موجودگی میں ہمارے لئے حضرت سلیمان علیہ السلام کے کسی واقعے سے استدلال درست نہیں۔

۹۔ یہ درست ہے کہ اسلام کے بنیادی عقائد تمام انبیاء علیہم السلام کے درمیان یکساں رہے ہیں، لیکن جہاں عملی احکام کا تعلق ہے، خود قرآن کریم نے کئی مقامات پر بتایا ہے کہ مختلف انبیاء علیہم السلام کی اُمتوں کے لئے مختلف احکام مقرر کئے جاتے رہے ہیں، ارشاد ہے:

لِكُلٍّ جَعَلْنَا مِنْكُمْ شِرْعَةً وَّمِنْهَاجًا ،

"تم میں سے ہر ایک کے لئے ہم نے ایک شریعت اور ایک طریق کار مقرر کیا ہے۔" (۵ : ۴۸)

چنانچہ خود قرآن کریم نے پچھلے انبیاء علیہم السلام کی شریعتوں کے متعدد ایسے احکام کا تذکرہ فرمایا ہے جو امتِ محمدیہ کے لئے واجب العمل نہیں رہے، مثلاً بنی اسرائیل کے لئے گائے اور بکری کی چربی ناجائز قرار دی گئی تھی، جس کا ذکر قرآن کریم نے سورۃ انعام (٦ : ۱۴٦) میں فرمایا ہے۔ اس لئے اگر پچھلے انبیاء علیہم السلام کا کوئی واقعہ قرآن وحدیث میں بیان ہوا ہو، تو اس سے امتِ محمدیہ کے لئے کوئی عملی حکم اسی وقت نکالا جا سکتا ہے جب قرآن وحدیث میں امت کے لئے اس کے خلاف کوئی حکم موجود نہ ہو۔

لہٰذا ہمارے نزدیک قرآن کریم میں امتِ محمدیہ کے لئے نہ تصویر کے جواز کی کوئی کافی دلیل موجود ہے، اور نہ اس کے حرام ہونے کی۔

۱۰۔ اب ہمیں یہ دیکھنا ہے کہ کیا سنت میں تصویر کے جائز یا ناجائز ہونے کے بارے میں کوئی دلیل موجود ہے؟ اس سوال کے جواب میں جب ہم اس موضوع پر سنت کے ذخیرے کی طرف رجوع کرتے ہیں تو ہمیں بہت سی احادیث ملتی ہیں جو تصویر کے ناجائز ہونے پر دلالت کرتی ہیں، اپیل کنندہ کے فاضل وکیل نے بنیادی طور پر انہی احادیث سے استدلال کیا ہے، یہ احادیث اختصار کے ساتھ ذیل میں درج کی جاتی ہیں:

(۱) حضرت عبداللہ بن عمرؓ روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

ان الذین یصنعون هذه الصور یعذبون یوم القیامة، یقال لهم: احیوا ما خلقتم۔

جو لوگ یہ تصویریں بناتے ہیں، ان کو قیامت کے دن عذاب ہوگا، ان سے کہا جائیگا کہ جو کچھ تم نے بنایا ہے، اسے زندہ کرو۔

(صحیح بخاری، کتاب اللباس، باب عذاب المصورین،
وصحیح مسلم ص ۲۰۱ ج ۲، باب تحریم تصویر صورة الحیوان)

(۲) حضرت عبداللہ بن مسعودؓ روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

ان من اشد الناس عذابا یوم القیامۃ المصورون.
بلاشبہ جن لوگوں کو قیامت کے دن شدید ترین عذاب ہوگا
ان میں مصور بھی داخل ہیں۔
(صحیح مسلم ص ۲۰۱ ج ۲ و صحیح بخاری، حوالہ بالا)

(۳) حضرت ابو زرعہؒ بیان فرماتے ہیں:

دخلت مع ابی ھریرۃ فی دار مروان. فرأی فیھا التصاویر فقال: سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول "قال اللہ عزوجل: ومن أظلم ممن ذھب یخلق خلقا کخلقی، فلیخلقوا ذرۃ، ولیخلقوا حبۃ، اولیخلقوا شعیرۃ.

"میں حضرت ابو ہریرہؓ کے ساتھ مروان کے گھر میں داخل ہوا، انہوں نے وہاں کچھ تصویریں دیکھیں، تو فرمایا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سُنا ہے کہ اس شخص سے زیادہ ظالم کون ہے جو میری تخلیق کی طرح مخلوق بنانے لگے، ذرا یہ کوئی چیونٹی تو بنائیں، ذرا یہ کوئی دانہ تو بنائیں، یا جَو تو پیدا کریں"

(صحیح مسلم ص ۲۰۲ ج ۲ و صحیح بخاری، باب نقض الصور)

(۴) حضرت ابُو طلحہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

لاتدخل الملائکۃ بیتا فیہ کلب ولا تصاویر.

فرشتے اس گھر میں داخل نہیں ہوتے جس میں کُتّا یا تصویریں ہوں۔

(صحیح مسلم، باب التصاویر)

(۵) حضرت ابُو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

لاتدخل الملائکۃ بیتا فیہ تماثیل او تصاویر.

فرشتے اس گھر میں داخل نہیں ہوتے جس میں مورتی یا تصویریں ہوں۔

(صحیح مسلم، ص ۲۰۲ ج ۲، حوالہ بالا)

(۶) حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں:

سمعت محمدا صلی اللہ علیہ وسلم یقول: من صور صورۃ فی الدنیا کلف یوم القیامۃ ان ینفخ الروح. ولیس بنافخ.

میں نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سُنا ہے کہ جو شخص

دُنیا میں کوئی تصویر بنائے گا، قیامت کے دن اس کو اس بات کا مکلف کیا جائیگا کہ وہ اس میں رُوح پھونکے، اور وہ پھونک نہ سکے گا۔

(صحیح بخاری، باب من صوّر صورۃ الخ)

(۷) حضرت سعید بن ابی الحسنؒ فرماتے ہیں:

کنت عند ابن عباس اذ جاءه رجل، فقال: یا ابن عباس إنی رجل إنما معیشتی من صنعة یدی، وإنی أصنع هذه التصاویر، فقال ابن عباس: لا أحدثك إلا ما سمعت من رسول الله صلی الله علیه وسلم سمعته یقول: من صوّر صورة فإن الله معذّبه، حتی ینفخ فیها الروح، ولیس بنافخ فیها أبدا، فربا الرجل ربوة شدیدة واصفر وجهه، فقال: ویحك، إن أبیت إلا أن تصنع فعلیك بهذا الشجر، كل شیئ لیس فیه روح۔

میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کے پاس بیٹھا ہوا تھا، اتنے میں ایک شخص ان کے پاس آیا، اور اس نے کہا: اے ابن عباس! میں ایک ایسا شخص ہوں کہ میرا ذریعہ میرے ہاتھوں کا ہُنر ہے، اور میں یہ تصویریں بناتا ہوں، (کیا یہ ذریعۂ معاش جائز ہے؟) حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: میں تمھیں وہی بات بتاؤں گا جو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنی ہے، میں نے آپ کو یہ فرماتے ہوئے سُنا ہے کہ جو شخص کوئی تصویر بنائے گا، اللہ تعالیٰ اس کو عذاب دیگا، جبتک کہ وہ اس میں روح نہ پھونک دے، اور وہ اس میں کبھی روح نہ پھونک سکے گا، اس پر وہ شخص سوچ گیا، اور اس کا چہرہ زرد پڑ گیا، حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: ارے، اگر تمھیں تصویریں بنانی ہی ہیں تو ان درختوں کی اور کسی ایسی چیز کی بناؤ جس میں روح نہ ہو۔

(صحیح بخاری، کتاب البیوع، باب بیع التصویر)

(۸) حضرت ابو جحیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ:

ان النبی صلی الله علیه وسلم نهی عن ثمن الدم، وثمن الكلب وكسب البغی، ولعن آكل الربا وموكله، والواشمة والمستوشمة والمصوّر۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خون کی قیمت، کتّے کی قیمت، اور طوائف کی کمائی سے منع فرمایا ہے، اور سُود کھانے اور کھلانے والے پر اور جسم کو

گودنے والی عورت اور گدوانے والی پر اور تصویر بنانے والے پر لعنت کی ہے۔

(صحیح بخاری، کتاب اللباس، باب من لعن المصور)

(۹) حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

قدم رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم من سفر، و قد سترت سهوة لی بقرام فیه تماثیل، فلما رآه رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم هتکه، وقال: أشد الناس عذاباً یوم القیامة الذین یضاهون بخلق اللہ، قالت: فقطعناه فجعلناه وسادة أو وسادتین۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک سفر سے تشریف لائے، میں نے اپنی ایک کوٹھری کے دروازے پر ایک پردہ ڈال دیا تھا، جس میں تصویریں تھیں، جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے دیکھا تو اسے اُتار ڈالا، اور فرمایا: قیامت کے دن جن لوگوں کو سخت ترین عذاب ہوگا، ان میں وہ لوگ بھی ہیں جو اللہ کی تخلیق سے مشابہت پیدا کرتے ہیں، چنانچہ ہم نے اس پردے کو کاٹ کر اس کے ایک یا دو تکیے بنالئے۔

(صحیح بخاری، باب ما وطئ من التصاویر، وصحیح مسلم ص ۲۰۱ ج ۲)

(۱۰) حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں:

وعد جبریل النبی صلی اللہ علیہ وسلم فراث علیه، حتی اشتد علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم، فخرج النبی صلی اللہ علیہ وسلم، فلقیه، فشکا الیه ما وجد، فقال: إنا لا ندخل بیتا فیه صورة ولا کلب۔

ایک مرتبہ حضرت جبریل علیہ السلام نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے آنے کا وعدہ کیا، لیکن انہیں دیر ہوگئی، آپؐ پر یہ بات شاق گزری، تو آپؐ باہر نکلے، وہاں ان سے ملاقات ہوئی تو آپؐ نے ان سے اپنے احساس کی شکایت کی، اس پر جبریل علیہ السلام نے فرمایا: کہ ہم اس گھر میں داخل نہیں ہوتے جس میں تصویر یا کتا ہو۔

(صحیح بخاری، باب لا تدخل الملائکة بیتا فیه صورة)

(۱۱) حضرت جابر بن عبداللہؓ فرماتے ہیں:

نهی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن الصورة فی البیت، و نهی ان یصنع ذالک۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے گھر میں تصویر رکھنے سے اور اس کو بنانے سے منع فرمایا ہے۔

(۱۲) حضرت علی رضی اللہ عنہ ایک واقعہ کے ضمن میں نقل فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جبریل علیہ السلام کا یہ قول نقل فرمایا کہ:

انها ثلاث لن يلج ملك ما دام فيها أبدا واحد منها، كلب أو جنابة، أو صورة روح.

تین چیزیں ایسی ہیں کہ جب تک گھر میں ان میں سے کوئی چیز بھی موجود ہو، کوئی فرشتہ اس میں ہرگز داخل نہیں ہوگا، کتا، جنابت، اور کسی روح والی چیز کی تصویر۔

(الفتح الربانی، ترتیب مسند احمد، ص ۲۷۹ ج ۷۔ مطبوعہ مصر ۱۳۷۲ء)

(۱۳) ابوالھیاج اسدیؒ فرماتے ہیں کہ مجھ سے حضرت علیؓ نے فرمایا:

ألا أبعثك على ما بعثني عليه رسول الله صلى الله عليه وسلم؟ ان لا تدع صورة إلّا طمستها، ولا قبرًا مشرفًا إلّا سوّيته.

کیا میں تمہیں اس مشن کے لئے نہ بھیجوں جس کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے بھیجا تھا، (اور وہ یہ تھا) کہ تم کوئی تصویر نہ چھوڑو جسے مٹا نہ دو، اور کوئی قبر نہ چھوڑو جسے قاعدہ میں نہ لے آؤ۔

(صحیح مسلم، کتاب الجنائز، باب الأمر بتسوية القبور، حدیث ۹۶۹، جامع ترمذی کتاب الجنائز، حدیث ۱۰۴۹ ابوداؤد، کتاب الجنائز، حدیث ۳۲۱۸ وغیرہ)

(۱۴) حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں:

لما اشتكى النبي صلى الله عليه وسلم ذكر بعض نسائه كنيسة يقال لها: مارية، وكانت أم سلمه وأم حبيبه اتتا أرض الحبشة فذكرتا من حسنها وتصاوير فيها، فرفع راسه فقال: أولئك إذا مات فيهم الرجل الصالح بنوا على قبره مسجدًا، ثم صوّروا فيه تلك الصور، أولئك شرار خلق الله.

جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بیمار ہوئے، تو آپ کی بعض ازواج مطہرات نے ایک کلیسا کا ذکر کیا جس کا نام ماریہ تھا، حضرت ام سلمہؓ اور ام حبیبہؓ حبشہ گئی تھیں، انہوں نے اس کے حسن اور اس کی تصویروں کا تذکرہ کیا، اس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا سر اقدس اٹھایا، اور فرمایا کہ ان لوگوں

میں سے جب کسی نیک شخص کا انتقال ہو جاتا تو لوگ اس کی قبر پر ایک مسجد کی تعمیر کر لیتے، پھر اس میں یہ تصویریں بناتے تھے، ایسے لوگ اللہ کی مخلوق میں بدترین لوگ ہیں۔

(جامع الاصول، ص ۸۰۲ ج ۴ حدیث ۲۹۶۱ بحوالہ بخاری ومسلم ونسائی)

مذکورہ بالا احادیث سے بلاشبہ اس کے سوا کوئی نتیجہ نہیں نکلتا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تصویر بنانے اور رکھنے کو ناجائز قرار دیا ہے، اس پر سخت وعیدیں ارشاد فرمائی ہیں اور پورے اہتمام کے ساتھ ان کو مٹانے کا حکم دیا ہے۔

۱۰۔ اگرچہ ان میں سے اکثر حدیثوں میں لفظ "تصویر" عام ہے، اور اس سے ہر قسم کی تصویروں کا ناجائز ہونا معلوم ہوتا ہے، لیکن تمام احادیث کو یکجا کر کے دیکھنے سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ جن تصویروں سے ان احادیث میں منع کیا گیا ہے، وہ جاندار چیزوں کی تصاویر ہیں، بیجان اشیاء کی تصاویر ممانعت کے اس حکم میں داخل نہیں، جس کی وجوہ مندرجہ ذیل ہیں:

(الف) مذکورہ بالا احادیث میں سے سب سے پہلی حدیث میں مذکور ہے کہ تصویر بنانے والوں سے قیامت کے دن بطور عذاب کہا جائے گا کہ "جو کچھ تم نے بنایا ہے اسے زندہ کرو" نیز حدیث نمبر ۶ کے الفاظ یہ ہیں: "اس کو اس بات کا مکلف کیا جائیگا کہ وہ اس میں روح پھونکے اور وہ پھونک نہ سکے گا"، یہی مفہوم حدیث نمبر ۷ کا بھی ہے، اس سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ گفتگو روح والی اشیاء کے بارے میں ہو رہی ہے، بے روح چیزوں کے بارے میں نہیں۔

(ب) حدیث نمبر ۱۲ میں واضح طور پر "تصویر" کے ساتھ "روح والی چیز" کی قید لگی ہوئی ہے، جس سے واضح ہے کہ ممانعت صرف جاندار اشیاء سے متعلق رکھتی ہے۔

(ج) حدیث نمبر ۷ میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے تصویر سازی کی ممانعت پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کرنے کے بعد فرمایا کہ "اگر تمہیں تصویریں بنانی ہی ہوں تو ان درختوں کی اور کسی ایسی چیز کی بناؤ جس میں روح نہ ہو۔

(جاری ہے)

مولانا راحت علی ہاشمی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جنون کا نام خرد........!

ایک دفعہ جگر مراد آبادی مرحوم ریل میں سفر کر رہے تھے، دوران سفر انکی ایک صاحب حال، قادر الکلام شاعر خواجہ عزیز الحسن مجذوبؒ سے ملاقات ہوگئی خواجہ صاحبؒ کو جن لوگوں نے دیکھا ہے ان کا کہنا یہ ہے کہ وہ اپنے شیخ سے گرویدگی میں اور جذبات دل کی شاعرانہ ترجمانی میں "امیر خسرو ثانی" تھے، ان سے ملاقات میں جہاں شعر کے جام چھلکتے تھے وہیں حب شیخ کا کیف بھی برستا تھا، چنانچہ جگر مرحوم سے بھی باتوں کے دوران، اپنے شیخ کا ذکر آنا تھا اور آیا، اس کے ساتھ ہی اپنا ہم ذوق، اور بے تکلف دیکھ کر وہاں آنے کی دعوت دی، اس دعوت پر معذرت کرتے ہوئے جگر مراد آبادی مرحوم نے فرمایا:

"کہ کیا کروں جب "کم بخت" کافر، منہ کو لگی ہوئی ہے، وہاں جاتے ہوئے شرم آتی ہے۔"

اس وقت جگر مرحوم اس سے تائب نہ ہوئے تھے، بعد میں توبہ کرلی تھی اور ایسی پکی کہ مرنے کی نوبت آگئی مگر ثابت قدم رہے۔

جگر مرحوم کا یہ قصہ اس لئے یاد آگیا کہ اب سے کچھ عرصہ پہلے، لوگوں میں برائی کا ارتکاب کرتے رہنے کے باوجود اسکی برائی اور خرابی، کا تصور رہتا تھا، بھلا ایک بری عادت کی موجودگی میں، کسی نیک آدمی کی ملاقات میں کیا چیز حارج تھی؟

اسی سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ اس وقت گناہ اور غلطی کے مرتکب ہونے پر، اللہ کے کسی نیک بندے سے سامنا کرتے ہوئے لوگ شرماتے تھے، تو خود اللہ تعالیٰ کے حضور اس برائی پر کس قدر نادم رہتے ہوں گے۔

اور سچ پوچھئے تو یہ "ندامت" ہی وہ "کیمیا" تھا جس کی بدولت ان کے تمام خاک سے بدتر برے اعمال، نیکیوں سے بدل جاتے۔

آج ہم بھی سینکڑوں غلطیوں اور گناہوں میں مبتلا رہتے ہیں، لیکن نہ تو اس کے ارتکاب سے ہمیں کوئی شرمندگی ہوتی ہے، نہ ہم اسکو برا سمجھتے ہیں، بلکہ اب تو خدا تعالیٰ بچائے، یہ نوبت آچکی ہے کہ ہم برائیوں کو برملا، اچھا کہتے ہیں اور نیکیوں کو، برائی اور خرابی سے تعبیر کرتے ہیں۔

چنانچہ ہمارے معاشرہ میں جو شخص، سچ بولنے کا ارادہ کرکے اس کا عملی مظاہرہ شروع کردے، تو جابجا اسکو یہ طعنہ سننے کو مل جائیگا، ارے احمق! یہ سچ کا زمانہ نہیں ہے؟ تم کس چکر میں پڑے ہو، اب تو زمانہ اس کا ہے کہ جیسا موقع دیکھو ویسی بات کرو......

جن گھرانوں میں، پردہ کا رواج باقی تھا، وہاں پر دوسرے کہنے والے یہ کہتے ہیں، "اجی! چھوڑو ان پرانی باتوں کو، یہ موڈرن زمانہ ہے، ترقی کا دور ہے، اب عورتوں کو آزادی مل چکی ہے گائے بھینسوں کی طرح انہیں گھر میں باندھے رکھنا ضروری نہیں رہا"

ایسی باتیں سنکر جو "بے چارے" "اس" غلطی" میں مبتلا ہیں وہ جھینپتے ہیں، اور کبھی معذرت پیش کرتے ہیں۔ کبھی اس "مصیبت" پر جھنجلا جاتے ہیں۔

یہ کیسی ستم ظریفی ہے کہ آج جو شخص نیکی کا راستہ چلتا ہے وہ تو معاشرہ میں بے وقعت ہے اور جو زیادہ سے زیادہ غلط روش اپناتا ہے وہ "مہذّب" اور ترقی پسند ہے۔

جنوں کا نام خرد رکھ دیا خرد کا جنوں
جو چاہے آپ کا حسن کرشمہ ساز کرے

اس صورتحال کا جائزہ لینے کے لئے ہمیں ذرا اس بات کو دیکھنا پڑے گا کہ برائی کو اچھائی کہنے کا عمل کیسے وجود میں آتا ہے۔ اور کس طرح لوگ ایک اچھی بات کو معیوب اور برا تصور کرنے لگتے ہیں۔

انسان کے اندر خیر و شر کی کیفیات موجود ہیں اور اسی کشمکش میں شر پر غالب آنا انسانی کمال ہے، لیکن کبھی آدمی شر کے جذبہ کے سامنے ہتھیار ڈال دیتا ہے اور برائی میں مبتلا ہو جاتا ہے، بہر حال یہ بھی انسان ہی کی فطرت کا تقاضہ ہے۔

لیکن برائی کے ارتکاب پر، ہمیشہ کے لئے اسے اپنا معمول بنالینا کسی طرح درست نہیں بلکہ اگر کبھی شر کا جذبہ غالب آگیا تھا تو دوسری مرتبہ یہ کوشش ہونی چاہیئے کہ اب خیر کا غلبہ ہو، بقول مجذوبؒ۔

نہ چت کر سکے نفس کے پہلوان کو
تو یوں ہاتھ پاؤں بھی ڈھیلے نہ ڈالے
ارے! اس سے کشتی تو ہے عمر بھر کی
کبھی تو دبالے کبھی وہ دبالے

یہ تو ایک اصولی اور ایمانی بات تھی، مگر کبھی یوں بھی ہوتا ہے کہ آدمی اپنے نفسانی تقاضے کے ہاتھوں مجبور ہوکر، کسی برائی کا ارتکاب کر بیٹھتا ہے مثلاً کبھی نفس کے بہکانے

میں اگر رشوت لے لیتا ہے تو پہلے پہل اس ارتکاب پر اندر سے ایک ملامت ضرور پیدا ہوتی ہے۔
اور تنہائی میں اس غلطی کا احساس ہوتا ہے کہ میں نے یہ کام اچھا نہیں کیا۔
مگر جب دوبارہ وہی غلطی کرتا ہے تو اب ضمیر کی آواز پہلے کے مقابلے میں کمزور ہو جاتی ہے، اور اسکی طرف سے ملامت کا تأثر ضعیف ہو جاتا ہے۔

اس مرحلہ پر پہنچ کر آدمی اس برائی کے لئے "تاویلات" گھڑتا ہے اس کی ندمّت کو کم کرنے کے لئے اس برائی اور غلطی کے فائدے تلاش کرتا ہے اور جب اپنے دل کو تسلی دے لیتا ہے کہ میں جو یہ برائی کر رہا ہوں یہ دراصل برائی ہی نہیں ہے بلکہ ایک "ضرورت" ہے اور اس کے بہت سے فائدے ہیں تو اب یہ برائی سے اس قدر مانوس ہو چکا ہوتا ہے کہ اپنے پہلے پہل کے تأثر پر، اور ضمیر کے تازیانے لگانے پر خود ہی ہنستا ہے۔

اب اس سے اگلا قدم یہ اٹھاتا ہے کہ دوسروں کو بھی اس "کام" کی دعوت دینا شروع کر دیتا ہے، کسی شخص نے اپنی کوئی پریشانی بیان کی تو اس کو راستہ دکھاتا ہے کہ ارے تم کس دنیا میں رہتے ہو؟ فلاں فلاں کام کر لو، وہ بیچارہ شرماتا، جھجکتا ہے تو خوب خوب اسکی حوصلہ افزائی کی جاتی ہے حتی کہ وہ بھی اسمیں مبتلا ہو کر ہی رہتا ہے۔

جب کچھ افراد اس برائی پر عمل پیرا ہو کر اس کے داعی بھی بنجاتے ہیں تو اب وہ آخری مرحلہ آجاتا ہے، جہاں، برائی کو اچھا کہکر، اس کے نہ کرنیوالوں کا مذاق اڑایا جاتا ہے اور انہیں مختلف طریقوں سے شرمندہ کرنیکی کوشش کیجاتی ہے، اور اس کا اس قدر چرچا کیا جاتا ہے کہ کچھ عرصہ میں یہی محسوس ہونے لگتا ہے کہ جو لوگ اچھائی میں "مبتلا" ہیں وہ غلطی پر ہیں، اور انہیں جلد از جلد اس سے "توبہ" کر لینی چاہیئے۔

اس چرچے کا نام آجکل "پروپیگنڈا" ہے جو اچھائی کو برا، اور برائی کو اچھا ثابت کرنے کے لئے نہایت مؤثر کردار ادا کرتا ہے، اس پروپیگنڈے کے ذرائع، اخبار، رسائل جرائد، ریڈیو، ٹیلی وژن، اور مختلف سیمنار، کانفرنسیں ہیں۔ جن کے ذریعہ کسی بھی چیز کی "حیثیت" کو اجاگر کیا جاسکتا ہے۔

اب ذرا اس پر توجہ دیجئے کہ پروپیگنڈے کے زور سے، کون سی چیزیں ہمیں اچھی اور کون سی چیزیں بری معلوم ہوتی ہیں۔ اور حقیقت میں وہ کیا ہیں؟

(جاری)
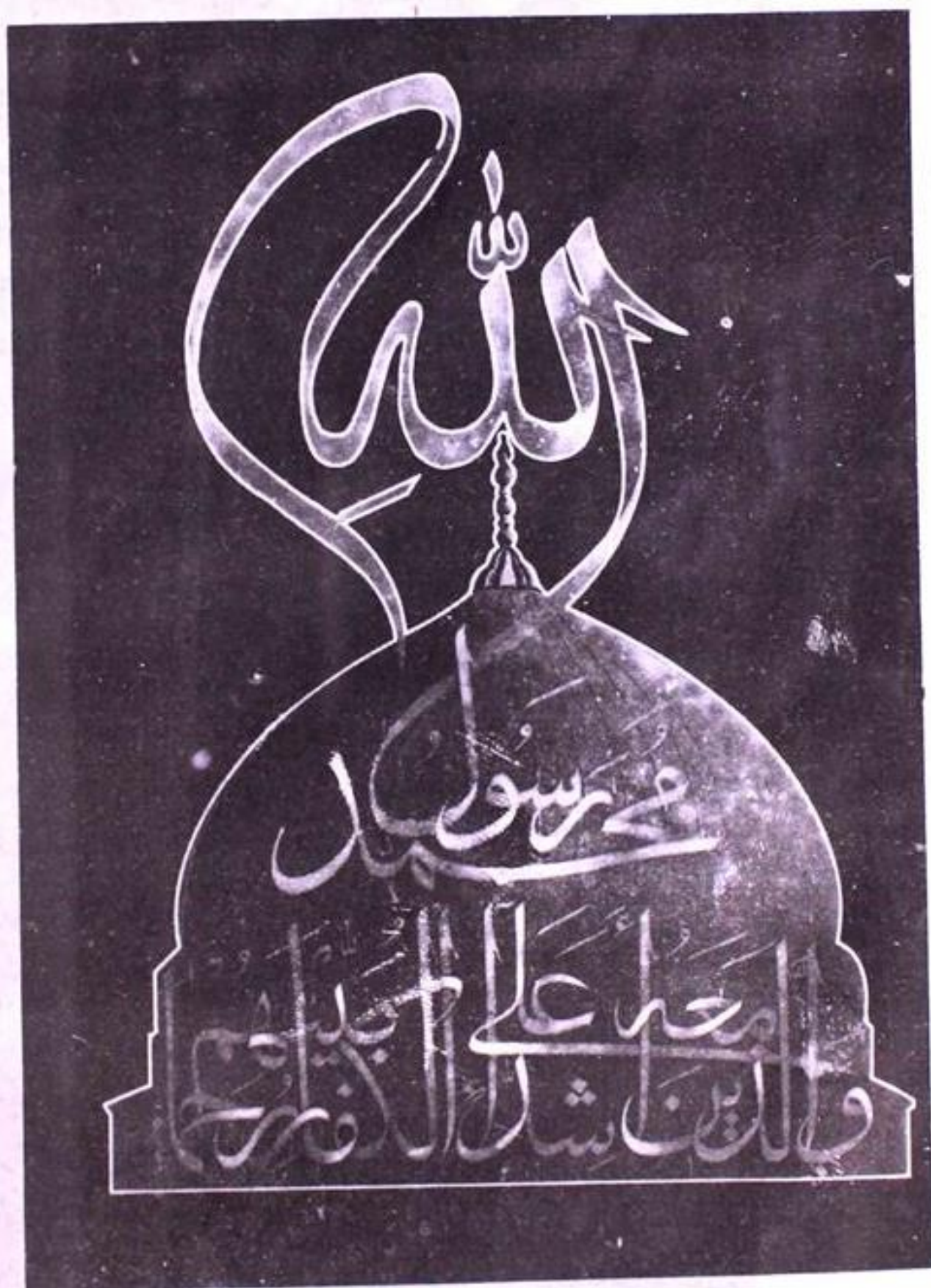
حضرت مولانا مفتی عبدالرؤف سکھروی

مجالس

حضرت مفتی اعظم پاکستان مفتی محمد شفیع صاحب

خلیفہ مجاز حضرت حکیم الامت تھانوی قدس اللہ سرہٗ

روح اور اس کی غذا

نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم ط

آج نزلہ کی وجہ سے گلا بیٹھا ہوا ہے اس لئے ارادہ تو نہ تھا۔ مگر دوستوں سے ملاقات بھی مقصود تھی بہر حال تبرکاً کچھ عرض کرتا ہوں۔

حافظ ابن القیم رحمۃ اللہ علیہ مشہور محدث ہیں۔ انہوں نے لکھا ہے کہ انسان کے بدن میں کچھ امراض ہیں۔ ان کا علاج بھی ہے۔ کچھ ضروریات بھی ہیں کچھ مضرات اور کچھ منافع۔ ایسے ہی روح کا بھی حال ہے۔ روح کی بھی کچھ بیماریاں ہیں کچھ ان کا علاج۔ اور جیسے ظاہری پہچان بدن کی بیماری کی ہے اسی طرح روحانی بیماری کی بھی پہچان ہے۔ بدن کی بعض بیماریاں ایسی ہیں کہ ایک ہاتھ میں تکلیف ہے اور دوسرے ہاتھ میں بھی اس کا اثر ہے۔ ایک شخص کو آنکھوں کی بیماری ہے۔ اس کو نظر نہ آئے گا۔ بینائی کا مرض ہے۔ مگر کھانا پینا سب کچھ چل رہا ہے۔ دنیا میں جیسے امراض اور ان کے خواص ہیں ایسے ہی روح کی بیماریاں اور اُن کے خواص ہیں۔

روح کے امراض

فرمایا کہ روح کے امراض معاصی اور گناہ ہیں اور اس کی غذا "ذکر اللہ" اور اس کی طاعت ہے اور جب یہ غذا نہ ملے تو روح بیمار ہو جاتی ہے، دھوکہ، جھوٹ، چوری، عیاشی، ساری بیماریاں ہیں۔ اب نمونیہ ہو کسی کو، اور پھوڑا نکلا ہو۔ اور دوسری کئی بیماریاں ہوں۔ اس کا صحتیاب ہونا مشکل ہو جاتا ہے اور ایک

بیماری بعض اوقات دوسری بیماری کو کھینچ لاتی ہے ۔ اطباء اس کو خوب سمجھتے ہیں ایسے ہی ایک گناہ دوسرے گناہ کو کھینچ لاتا ہے ۔

مختلف اثرات بیماریوں کے ہوتے ہیں ۔ ان کی بہت قسمیں ہیں ، ہر مرض میں خاص علاج کیا جاتا ہے ۔ روح کی بیماریاں ایک نفسانی خواہشات ہیں کہ اس سے غفلت پیش آتی ہے ۔ ایک جاہی گناہ ہے ، اپنے کو بڑا سمجھنا یہ براہ راست قلب کا گناہ ہے ، نفسانی گناہ اعضاء کے الگ الگ ہیں اور جاہی گناہ براہ راست قلبی ہے ۔

تکبر خطرناک مرض ہے ۔

سارے بدن کو کتنی بیماریاں ہوں ، زیادہ توجہ کے قابل نہیں ۔ لیکن قلب پر اثر کرنیوالی بیماری بہت خطرناک ہے ۔ اسی طرح نفسانی خواہشات ، ہاتھ ، پاؤں ، کان ، آنکھ ناک کے گناہ سب بیماریاں ہیں ان میں سب سے زیادہ قلب کی بیماری ہے اور وہ اپنے کو بڑا بنانا اور اس کی خواہش کرنا ہے ۔ فرمایا کہ یہ دار آخرت بنایا ہے ان لوگوں کے لئے جو کبر پسند نہیں کرتے ہر بیماری کا علاج آسان نہیں تو مشکل بھی نہیں ۔ لیکن خطرناک نہیں ہے ۔ بس ! قلبی بیماری سب سے زیادہ خطرناک ہے اپنی عقل کو عقل سمجھے دوسرے کو کچھ نہ سمجھے اور پھر یہ سمجھے کہ یہ کوئی بیماری نہیں ۔ سب سے خطرناک بیماری یہ ہے جو کہتا ہے کہ میں بیمار بھی نہیں وہ حکیم کے پاس جائے گا بھی نہیں ۔ اور اس کا علاج بھی بہت مشکل ہے ۔ قرآن و حدیث میں بہت زیادہ زور دیا ہے ۔ اس بیماری پر اور اس کے علاج پر کہ نفس کو ابھرنے نہ دیں ۔ ایک بچہ بھی کہدے کہ آپ نے فلاں کام غلط کیا ہے ۔ فوراً سوچ میں پڑ جائے ۔ ایک ناواقف نے کچھ کہدیا کہ حضرت یہ فلاں کام آپ نے غلط کیا ، بس اس کو کچھ نہ کہا ۔ فوراً اپنے اعمال پر نظر ڈالی ۔

اپنی غلطی مان لینا

ایک تحریر میں نے گراموفون کے متعلق لکھی (جو حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں ارسال کی) جواب دیر میں آیا حضرت نے جواب لکھا ۔ تمہاری تحریر میں کچھ میری تحریر پر شبہ کا اشارہ تھا ۔ مجھے خیال ہوا کہ مجھ سے غلطی ہو گئی ۔ بعد میں غور کرنے کے بعد پتہ چلا کہ جو لکھا ہے وہ ٹھیک ہے اور تم اس کی تحقیق کرو ۔ آج ہمارے پاس کوئی اعتراض کرنیوالا آتا ہے تو ہم فوراً اس کی غلطی پکڑتے ہیں اور اس کو نہ ملنے کا ارادہ رکھتے ہیں ۔ لیکن بزرگوں کا دستور یہ تھا کہ جب کوئی اعتراض کرتا تو فوراً اپنے اوپر غور کرتے ۔

حضرت مولانا یعقوب رحمۃ اللہ سے کسی نے کچھ اعتراض کیا ۔ آپ کی سمجھ میں وہ آگیا ۔ فرمایا ۔ تم نے ٹھیک کہا ، مجھ سے غلطی ہوئی اور بار بار اس کو دہرایا ۔ بھئی ! میں نے غلط کہا ہے ، انہوں نے ٹھیک بتایا ہے ۔

ان تمام بزرگوں میں علو نہیں ہے ۔ حضرت فرماتے تھے ہم کو نہ علو چاہیئے نہ غلو ۔ ہم کو خلو چاہیئے ۔ کبھی یہ خیال نہیں کہ اپنی بات کی ترجیح کریں ۔ حضرت حاجی صاحب کے سلسلہ کا خلاصہ یہ ہے کہ اس میں تواضع آتی ہے اگر تواضع نہ آئی تو اس کو اس نسبت سے کوئی فائدہ نہ پہونچا ۔

سب سے خطرناک مرض

ایک گناہ وہ ہیں جو کہ نفس کی خواہشات کی وجہ سے پیدا ہوں اور دوسرا یہ کہ قلب میں اپنے کو بڑا سمجھے۔ اس میں بڑا نقصان یہ ہے کہ توبہ کی توفیق نہیں ہوتی۔ نفسانی خواہشات پر چلنے والا یہ تو سمجھتا ہے کہ میں برا کر رہا ہوں اور کبھی توبہ بھی کر لیتا ہے اور تیسرا گناہ ان سے بھی بڑھ کر عقیدہ میں شکوک پیدا کرنا ہے۔ یہ پہلی دونوں قسموں سے بڑھ کر خطرناک ہے۔ یہ ایسی بلا ہے کہ براہ راست ایمان خراب کر دیتی ہے۔ یہ جو قلب کی حرکت بند ہونے کا مرض ہے یہ کوئی خطرناک مرض نہیں ہے۔ قلب پر تو ذرا سی بھی چوٹ جان لے کر جاتی ہے یہ کوئی بیماری نہیں۔ دراصل عقیدہ پر شبہات کا جو مرض ہے۔ یہ بہت خطرناک مرض ہے۔

جو آدمی بخار میں پڑا ہے ہلا نہیں جاتا۔ سارے اعضاء جواب دے جاتے ہیں جن اعضاء سے کام لیتے تھے، مدافعت کرتے تھے بیماری میں ان پر اثر ہوتا ہے مددگار مدد چھوڑ دیتے ہیں۔ باطن کی بیماریاں بھی ایسی ہیں جو بچنے کے راستے ہیں وہ مدد چھوڑ دیتے ہیں۔ شہوانی بیماریوں میں کم، جاہی۔ بیماری میں اس سے زیادہ اور عقیدہ کی بیماری میں سب سے زیادہ۔ اس کے اعضاء و جوارح کیا ہیں؟ بزرگوں کی صحبت میں بیٹھنا۔ توبہ، اطاعت، استغنا۔ صدقات یہ ساری چیزیں جواب دے دیتی ہیں۔ نہ اس کا دل توبہ پر جاتا ہے نہ کسی بزرگ کے پاس بیٹھنے کو جی چاہتا ہے۔ یہ نقد سزا ہے۔ اس بیماری کی سارے ایمان بچانے والے فوجی، سپاہی اس کی امداد چھوڑ دیتے ہیں۔ جب فوج نے ساتھ چھوڑ دیا تو پھر مدافعت گئی یہ جو بعض اوقات جی چاہتا ہے۔ نیکی کرنے کو مگر اعضاء اس کی ہمت نہیں کرتے۔ وہ عمل اس سے ادا نہیں ہوتا۔ یہ جانتے ہوئے کہ میں برا کر رہا ہوں مگر اس کے چھوڑنے پر قدرت نہیں۔ یہ خدا کی طرف سے ایک قید ہے اور شکوک و شبہات جو تیسری قسم کے گناہ ہیں، اس میں توبہ کی توفیق کم ہوتی ہے۔

پاکستان بننے پر کیا کرنا تھا؟

اللہ پاک نے پاکستان بنا دیا۔ کوئی حالات تو ایسے سامنے نہ تھے۔ کچھ اللہ کے بندوں کی آواز اللہ پاک نے سن لی اور ایک قطعہ زمین کا دیدیا۔ خواب تو یہ دیکھا تھا کہ اسلامی سلطنت بن جائے گی اور اس ملک کو دنیا کا دارالامان سمجھا جائیگا۔ ہوا یہ کہ جتنے دنیا بھر کے گناہ ہیں۔ اس میں پوری قوم جس کو جتنا موقع ملا اندھے بن کر پڑ گئے۔ دیندار طبقہ جو کہلاتا ہے وہ بھی اس سے نہ بچ سکے یعنی صلحاء اور دیندار بھی حسب طاقت ان بیماریوں میں پڑ گئے۔ جنہوں نے مال و دولت نہ کمایا۔ وہ اپنی بڑائی اور نفس کی بیماریوں سے مستثنیٰ نہیں، سب ایک کشتی میں سوار ہیں۔ حالانکہ ہونا یہ چاہیئے تھا کہ ہم اپنے کو سنوارتے کم از کم قدم تو اصلاح کی طرف ہوتا۔ بلکہ نظر یہ آیا کہ ہر شخص اصلاح کے میدان سے پیچھے ہٹ کر برسوں دور جا رہا ہے۔ آج ہم کافروں پر الزام لگاتے ہیں۔ مگر حقیقت یہ ہے کہ ہم سب مجرم ہیں اللہ کے۔ اور ان باطنی بیماریوں میں مبتلا ہیں بلکہ دن بدن اضافہ ہے۔ شہوانی گناہوں سے صرف دفاتر، دوکانیں، بازار نہیں۔ بلکہ مسجدیں، خانقاہیں بھی خالی نہیں اور جاہی بیماری نے صرف ممبر اور سیاست ہی نہیں دین کو بھی اکھاڑا بنا لیا ہے اور دیندار علماء بھی اس جاہ کے چکر میں ہیں۔

ایک اور بیماری

اب یہ تیسری بیماری غیر اسلام کو اسلام بنانا۔ غیر قرآن کو قرآن بنانا ہے اور انفرادی حیثیت سے ہمیشہ یہ کام ہوتا رہا ہے مگر صرف اپنے ایک مخصوص حلقے تک محدود رہا اور اب اجتماعی صورت اختیار کر چکا ہے چنانچہ قانون بنائے جا رہے ہیں اور اسلام کا نام لیکر کفر اختیار کرنا یہ وہ بلا ہے کہ اگر اس میں مبتلا ہو گئے تو نجات نہیں۔ دین کی حیات پر یہ حملہ ہے۔ جب کوئی گناہ خفیہ ہوتا ہے تو اس کا وبال صرف کرنیوالے پر پڑتا ہے اور اگر اجتماعی ہو اور اس کو کوئی نہ روکے تو اس کا وبال سب پر پڑتا ہے۔ آج دنیا کے روپیہ کے نقصان پر سب کو تکلیف ہوتی ہے دین پر آرے چل جائیں کسی کو کچھ خیال نہیں ہوتا۔

حکومت نے لاکھوں روپیہ خرچ کر کے ایک ادارہ قائم کیا "تحقیقات اسلامیہ" لیکن آج تک کسی ایک مسئلہ کو شریعت کے مطابق حل کر کے نہیں بتایا۔ بلکہ اس کے برعکس تحریف دین کے درپے ہیں۔

دین میں تحریف کرنا

کچھ دن پہلے سود کے جواز کا اعلان ہوا۔ ان تعلیم یافتہ جاہلوں کے پاس عمدہ طاقت میں تحریف دین کے سوا کچھ نہیں اب زکوٰۃ پر ہاتھ ڈالا ہے۔ کہا ہے کہ چودہ سو برس پہلے ڈھائی فیصد زکوٰۃ اس وقت کے ماحول کے مطابق تھی۔ اب اس سے بڑھا کر آجکل کے حالات کے تحت کرنا چاہیئے۔ نہ مانوگے تو جیلوں میں بند کر دیا جائے گا۔ آج ان کے ہاتھ اس قدر دراز ہو گیا ہے کہ تحریف دین کر رہے ہیں۔ مسلمانوں میں کب اس کا احساس ہوگا۔ کیا چند مولویوں کے چیخنے چلانے سے کچھ تدارک ہو جائیگا۔ وہ جانتے ہیں، ان چند ملاؤں سے کیا ہوگا۔ عام مسلمان اس مسئلہ پر بالکل خاموش ہیں۔ آج یہ ہو رہا ہے۔ کل اس سے زیادہ ہو جائے گا۔

دین بدلنے والا خود مٹ جائیگا

اگر عوام میں یہ جان نہیں ہے تو یاد رکھو پاکستان میں اسلام نہیں رہے گا ———— آج جو یہ کھلا اعلان ایک ملحد بے ایمان نے کیا ہے کہ سود اور زکوٰۃ کے مسائل ہم اپنے ہاتھ سے توڑ مروڑ دیں گے اور یہ سن کر ہم خاموش بیٹھے ہیں۔ اسی ادارہ میں لاکھوں روپیہ وہ کھا رہا ہے اور پھر اسلام کی ہی جڑیں کاٹ دیں۔ ہم کو ایسا ادارہ نہیں چاہیئے ہم کو ایسا نیا اسلام نہیں چاہئیے۔ جس اسلام نے پاکستان بنایا ہے وہ وہی چودہ سو برس پہلے کا اسلام ہے اس میں نہ شراب حلال ہے نہ سود۔ نہ زکوٰۃ میں تبدیلی ہے کان کھولکر سن لیں کہ اس دین کی حفاظت کا خدا نے وعدہ کیا ہے یاد رکھو۔ ہم ایک دن نہ ہوں گے۔ لیکن اسلام قیامت تک اسی آب تاب کے ساتھ قائم رہے گا۔ اکبر کا مذہب اس کی قبر میں چلا گیا۔ اسلام ہمیشہ سے اسی طرح قائم ہے جیسے چودہ سو برس پہلے تھا جو پرانے اور ہمیشہ رہنے والے اسلام کی حمایت نہیں کرے گا۔ وہ بھی مٹ جائے گا۔

آج اگر زکوٰۃ میں ترمیم ہے، کل نماز میں ہوگی اگر آپ نے برداشت کیا اس چیز کو تو کل اس کا علاج نہ ہوگا۔ یہ توہین ہے قرآن کی۔ یہ اسلام کی توہین ہے اس کی توہین کرنیوالوں کو عہدہ ملے اور ہمارے سروں پر بٹھایا جائے اس کا ابھی سے تدارک ضروری ہے۔

اس کیلئے دعا بھی کریں اور دوا بھی کریں اور اللہ پاک سے مدد چاہیں، اللہ تعالیٰ ہم کو اس کام کیلئے کھڑا کرے آمین

مجلس ۲۲ مئی ۱۹۶۶ء

FOR CREATION OF ATTRACTIVE
JEWELLERY

ممتاز زیورات ـ منفرد ڈیزائن

ARFI JEWELLERS

34-MUHAMMADI SHOPING CENTRE
BLOCK-G-HAIDRY NORTH NAZIMABAD KARACHI PAKISTAN.

مطبوعاتِ کتب خانہ مظہری سنہ ۱۹۸۷ء

معارف مثنوی — حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحب مدظلہ — ۶۰/-
معارف شمس تبریزؒ — ۳۹/-
مجالس ابرار حصہ اول — ۲۷/-
مجالس ابرار حصہ دوم — ۲۳/-
دنیا کی حقیقت — ۲۴/-
روح کی بیماریاں اور ان کا علاج — ۲۷/-
مودودی صاحب کا اسلام کی نظر میں — ۱۸/-
دستور تزکیۂ نفس — ۳/-
صدائے غیب — ۱۰/-
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتیں — ۵/-
کشکول معرفت — ۶۰/-
شوقِ وطن — حضرت مولانا شاہ اشرف علی تھانوی — ۷/۵۰
تحفۃ الشیوخ — ۳/۵۰
تسہیل قصد السبیل — ۵/۲۵
مواعظ ثلاثہ — ۲۷/-
داڑھی کا وجوب — حضرت شیخ الحدیث مولانا زکریاؒ — ۱۲/-
فتنۂ مودودیت — ۱۲/-
اسوۂ رسول اکرم قسم اول — حضرت عارف باللہ ڈاکٹر عبد الحی صاحب — [illegible]
اسوۂ رسول اکرم قسم دوم — ۳۹/-
منکرات محرم — حضرت مفتی رشید احمد صاحب — ۷۵/-
معرفتِ الٰہیہ کامل جدید — حضرت مولانا شاہ عبد الغنی پھولپوری — ۳/۵۰
فتاوی محمودیہ — مفتی اعظم ہند صدر مفتی دار العلوم دیوبند — جلد اول ۶۰/- جلد دوم ۶۰/- جلد سوم ۵۰/-
زلزلہ در زلزلہ — ۱۲/-
موسیقی اور مسلمان — ۱۲/-
ملفوظات حضرت شاہ عبد الغنی خلیفہ مولانا اشرف علی صاحب تھانوی — ۱۰/-
تعلیم نصاب — حضرت شیخ الحدیث مولانا زکریا — ۴۸/-

فضائل حج — حضرت شیخ الحدیث مولانا زکریاؒ — ۱۸/-
دعوتِ اسلام — حضرت مولانا ادریس صاحب کاندھلوی — ۳/-
ارشاد العابد — حضرت مولانا مفتی رشید احمد صاحب مدظلہ — ۷/۵۰
بھیڑ کی صورت میں بھیڑیا — ۴/۵۰
فتنۂ انکارِ حدیث — ۷/۵۰
سیرت ابو ہریرہؓ — حضرت مولانا عاشق الٰہی صاحب بلند شہری — ۵/-
سیرت حضرت بلالؓ — ۵/-
سیرت حضرت ابوذر غفاریؓ — ۵/-
فتوحاتِ اسلام (منظوم) — جناب محمد صدیق صاحب — ۱۸/-
اخلاقِ سلف — حضرت مولانا شاہ محمد احمد صاحب الٰہ آبادی — ۲۷/-
عرفانِ محبت — ۲۱/-
مسنون دعائیں — حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب دامت برکاتہم — ۵/-
حکیم الامت اکابرین معاصرین کی نظر میں — جناب سید محمود حسن صاحب — ۱۵/-
سینما بینی اور اس کے مہلک اثرات — جناب حسن سعید صاحب — ۴/۵۰
موضوعاتِ کبیر (عربی) — علامہ ملا علی قاری رحمۃ اللہ — ۴۰/-
نصیحتیں ابن عربی — علامہ محی الدین ابن عربی — ۷/-
سیرت پاک (بچوں کے لئے) — مولانا عمار احمد صاحب — ۱۰/-
مودودی صاحب اور ان کی تحریرات کے متعلق چند اہم مضامین — پاک و ہند کے ممتاز علماء کرام کی تحریریں — ۳۹/-
مذاکراتِ دکن — مولانا حکیم محمد اختر صاحب — ۳/-
کیا پردہ ملک کی ترقی میں رکاوٹ ہے — حضرت پیر دین محمد صاحب — ۱/-
احکام میت — حضرت ڈاکٹر عبد الحی صاحب — ۳۳/-
التشرف فی احادیث التصوف — حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی — ۲۰/-
التکشف — حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی — ۱۰۰/-
روضۃ الصالحین — مولانا محمد نظام الحسن صاحب — [illegible]
صحبت اہل اللہ اور اس کے فوائد — حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحب — ۶/-
اصلاحی نصاب — حضرت مولانا اشرف علی تھانوی — ۶۰/-

مولانا رشید اشرف سیفی

شعبۂ عربی دارالعلوم کراچی کے امتحان سالانہ ۱۴۰۷ھ کے نتائج

دارالعلوم کراچی کے امتحان سالانہ ۱۴۰۷ھ کے نتائج سامنے آچکے ہیں عالمیہ سالِ دوم (دورۂ حدیث شریف) عالیہ سال دوم (سادسہ) ثانویہ خاصہ سالِ دوم (رابعہ) ثانویہ عامہ سال دوم (ثانیہ) کے امتحانات وفاق کے زیرنگرانی منعقد ہوئے جبکہ بقیہ درجات کے امتحانات خود دارالعلوم کے زیرانتظام ہوئے۔

امتحاناتِ وفاق میں طلبۂ دارالعلوم کی نمایاں کامیابی

وفاق کے امتحانات میں الحمدللہ دارالعلوم کے طلبہ نے اس مرتبہ بھی نمایاں کامیابیاں حاصل کی ہیں، عالمیہ عالیہ، ثانویہ خاصہ، ثانویہ عامہ کی مجموعی بارہ پوزیشنوں میں سے تین پوزیشنیں دارالعلوم کراچی نے حاصل کیں، دو، دو پوزیشنیں دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک، جامعۃ العلوم الاسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن نے اور ایک ایک پوزیشن جامعہ فاروقیہ کراچی، جامعہ انوریہ طاہروالی (بہاولپور) دارالعلوم حسینیہ شہداد پور، دارالعلوم چارسدہ، دارالعلوم کبیروالہ اور دارالعلوم الاسلامیہ لکی مروت نے حاصل کیں۔

امتحاناتِ وفاق میں طلبۂ دارالعلوم کی کامیابیوں کا ایک دلچسپ اور خوش کن پہلو یہ ہے کہ امتیازی نمبروں سے کامیاب ہونے والے طلبہ کی تعداد "جید جدا" والوں سے زیادہ ہے، اور "جید جدا" والوں کی تعداد "جید" والوں سے زیادہ ہے، اور "جید" والوں کی تعداد درجہ "مقبول" میں کامیاب ہونے والوں سے زیادہ ہے اور ناکام ہونے والوں کی تعداد ان سے بھی بہت کم ہے۔ جبکہ مدارس

میں نتائج کی تفصیل عموماً اس کے برعکس ہوتی ہے۔ درج ذیل تفصیل سے طلبہ دارالعلوم کی نمایاں کامیابی کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے:۔

چاروں مراحل کے درجہ "ممتاز" (امتیازی) میں کامیاب ہونے والے طلبہ	۱۰۲
" " " "جید جدا" (اعلیٰ) " " "	۷۵
" " " "جید" (اوسط) " " "	۴۶
" " " "مقبول" (ادنیٰ) " " "	۷
" " ناکام ہونے والے طلبہ	۲
دورۂ حدیث شریف کا ضمنی	۱
چاروں مراحل کے مجموعی شرکاء	۲۳۴

دارالعلوم سے متعلقہ نتائج وفاق کی مختصر تفصیل

عالمیہ سالِ دوم (دورۂ حدیث شریف)

کل شرکاء	ممتاز	جید جدًا	جید	مقبول	ضمنی	ناکام
۶۰	۱۸	۲۱	۱۹	۱	۱	کوئی نہیں

اس درجہ میں اوّل، دوم، سوم آنے والے طلبہ (کل نمبر ۶۰۰)

اوّل:۔ مولوی خیر اللہ بنگلہ دیشی ۔۔۔ رول نمبر ۱۵۴۴ ۔۔۔
حاصل کردہ نمبر ۵۱۳ درجہ کامیابی:۔ ممتاز

دوم:۔ مولوی محمد معتبر ۔۔۔ رول نمبر ۱۵۸۲ ۔۔۔
حاصل کردہ نمبر ۴۹۲ درجہ کامیابی: ممتاز

سوم:۔ مولوی محمد طیب مانسہروی ۔۔۔ رول نمبر ۱۵۲۹ ۔۔۔
حاصل کردہ نمبر ۴۹۱ درجہ کامیابی: ممتاز

عالیہ سالِ دوم (سادسہ)

کل شرکاء	ممتاز	جید جدًا	جید	مقبول	ناکام
۵۳	۳۳	۱۴	۳	۲	۱

اس درجہ میں اوّل، دوم، سوم آنے والے طلبہ (کل نمبر ۶۰۰)

اوّل:۔ محمد قاسم کراچوی ۔ رول نمبر ۴۳۰ ۔ حاصل کردہ نمبر ۵۳۷ درجہ کامیابی: ممتاز
یہ ہونہار طالبعلم نہ صرف اپنے درجہ میں اوّل ہیں بلکہ انہوں نے پورے وفاق میں دوسری پوزیشن حاصل کی ہے، نیز یہ پورے دارالعلوم میں سوم آئے ہیں۔

دوم:۔ عبدالماجد کراچوی رول نمبر ۴۱۱ ۔ حاصل کردہ نمبر ۵۱۴ درجہ کامیابی:۔ ممتاز

سوم :- محمد طیب ہوشیارپوری ۔ رول نمبر ۳۹۱ ۔ حاصل کردہ نمبر ۵۰۱ درجہ کامیابی :- ممتاز

ثانویہ خاصہ سالِ دوم (رابعہ)

کل شرکاء	ممتاز	جید جدًا	جید	مقبول	ناکام
۶۰	۱۷	۲۵	۱۶	۱	۱

اس درجہ میں اوّل، دوم، سوم آنے والے طلبہ (کل نمبر ۶۰۰)

اوّل :- عصمت اللہ پشاوری ۔ رول نمبر ۷۵۶ حاصل کردہ نمبر ۵۲۵ درجہ کامیابی :- ممتاز

یہ محنتی طالبعلم بھی نہ صرف اپنے درجہ میں اوّل ہیں بلکہ انہوں نے پورے وفاق میں بھی پہلی پوزیشن حاصل کی ہے ۔

دوم :- حافظ عبیداللہ ایرانی رول نمبر ۷۷۱ حاصل کردہ نمبر ۵۰۷ درجہ کامیابی :- ممتاز

اس ذہین طالبعلم نے درجہ میں دوم آنے کے ساتھ وفاق کی سطح پر بھی دوسری پوزیشن حاصل کی ہے ۔

سوم :- محمد معصوم افغانی رول نمبر ۷۷۸ ۔ حاصل کردہ نمبر ۴۷۶ درجہ کامیابی :- ممتاز

ثانویہ عامہ سالِ دوم (ثانیہ)

کل شرکاء	ممتاز	جید جدًا	جید	مقبول	ناکام
۶۱	۳۴	۱۵	۸	۳	۱

اس درجہ میں اوّل، دوم، سوم آنے والے طلبہ (کل نمبر ۶۰۰)

اوّل :- عبیداللہ افغانی ۔ رول نمبر ۱۳۴۱ ۔ حاصل کردہ نمبر ۵۴۱ ۔ درجہ کامیابی :- ممتاز

یہ ذکی طالبعلم نہ صرف اپنے درجہ میں اوّل ہیں بلکہ نمبرات کے فیصدی تناسب کے اعتبار سے پورے دارالعلوم میں اوّل ہیں ۔

دوم :- مسعود باللہ مانسہروی ۔ رول نمبر ۱۳۱۶ ۔ حاصل کردہ نمبر ۵۲۵ ۔ درجۂ کامیابی : ممتاز

سوم :- عبدالرحمٰن سرحدی ۔ رول نمبر ۱۳۲۱ ۔ حاصل کردہ نمبر ۵۲۴ درجہ کامیابی : ممتاز

دارالعلوم کے زیرِ انتظام منعقدہ امتحانات سنہ ۱۴۰۷ھ

میں اوّل، دوم، سوم آنے والے طلبہ

تخصص فی الفقہ سالِ دوم

اوّل :- مولوی دلاور حسین بنگلادیشی ۔ داخلہ نمبر ۱۳۱ ۔ کل نمبر ۵۰۰ ۔

حاصل کردہ نمبر ۳۶۹ ۔ اوسط نمبر ۷۳،۸۰ ۔ درجہ کامیابی ۔ اعلیٰ

دوم :۔ مولوی محمد سعید کشمیری ۔ داخلہ نمبر ۵۰۸ ۔ کل نمبر ۵۰۰
حاصل کردہ نمبر ۳۴۴ ۔ اوسط نمبر ۶۸،۸۰ ۔ درجہ کامیابی :۔ اوسط

سوم :۔ مولوی ولی شاہ اٹکی ۔ داخلہ نمبر ۵۰۷ ۔ کل نمبر ۵۰۰
حاصل کردہ نمبر ۳۴۰ ۔ اوسط نمبر ۶۸ ۔ درجۂ کامیابی :۔ اوسط

تخصص فی الفقہ سال اوّل

اوّل :۔ مولوی محمد مجاہد فیصل آبادی ۔ داخلہ نمبر ۵۸۶ ۔ کل نمبر ۷۰۰ ۔
حاصل کردہ نمبر ۵۱۴ ۔ اوسط نمبر ۷۳،۴۲ ۔ درجۂ کامیابی :۔ اعلیٰ

دوم :۔ مولوی عبدالمالک بنگلہ دیشی ۔ داخلہ نمبر ۵۹۶ ۔ کل نمبر ۷۰۰ ۔
حاصل کردہ نمبر ۴۹۴ ۔ اوسط نمبر ۷۰،۵۷ ۔ درجۂ کامیابی :۔ اعلیٰ

سوم :۔ مولوی مسیح اللہ کراچوی ۔ داخلہ نمبر ۶۳۴ ۔ کل نمبر ۷۰۰ ۔
حاصل کردہ نمبر ۴۶۸ ۔ اوسط نمبر ۶۶،۸۵ ۔ درجۂ کامیابی :۔ اوسط

عالیہ سالِ اوّل (موقوف علیہ)

اوّل :۔ حافظ محمد جمیل کراچوی ۔ داخلہ نمبر ۸۱ ۔ کل نمبر ۸۰۰ ۔
حاصل کردہ نمبر ۷۲۱ ۔ اوسط نمبر ۹۰،۱۲ ۔ درجۂ کامیابی :۔ ممتاز
یہ ہونہار طالب علم اپنے درجہ میں بھی اوّل ہیں اور فیصدی تناسب کے اعتبار سے پورے دار العلوم میں بھی دوم ہیں۔

دوم :۔ محمد یونس کوہستانی ۔ داخلہ نمبر ۴۹۹ ۔ کل نمبر ۸۰۰
حاصل کردہ نمبر ۶۸۷ ۔ اوسط نمبر ۸۵،۸۷ ۔ درجۂ کامیابی :۔ ممتاز

سوم :۔ حافظ حبیب النبی ہزاروی ۔ داخلہ نمبر ۲۶ ۔ کل نمبر ۸۰۰
حاصل کردہ نمبر ۶۸۲ ۔ اوسط نمبر ۸۵،۲۵ ۔ درجۂ کامیابی :۔ ممتاز

عالیہ سالِ اوّل (خامسہ)

اوّل :۔ حافظ اعجاز احمد چنیوٹی ۔ داخلہ نمبر ۳۱۴ ۔ کل نمبر ۹۰۰ ۔
حاصل کردہ نمبر ۷۴۳ ۔ اوسط نمبر ۸۲،۵۵ ۔ درجۂ کامیابی :۔ اعلیٰ

دوم :۔ عبدالقادر ایرانی ۔ داخلہ نمبر ۳۱۲ ۔ کل نمبر ۹۰۰ ۔
حاصل کردہ نمبر ۷۰۸ ۔ اوسط نمبر ۷۸،۶۶ ۔ درجۂ کامیابی :۔ اعلیٰ

سوم :۔ عبید اللہ کراچوی ۔ داخلہ نمبر ۴۲ ۔ کل نمبر ۹۰۰ ۔
حاصل کردہ نمبر ۶۶۰ ۔ اوسط نمبر ۷۳،۳۳ ۔ درجۂ کامیابی :۔ اعلیٰ

ثانویہ خاصہ سال اوّل (ثالثہ)

اوّل :۔ حافظ عبدالحمید سانگھڑی ۔ داخلہ نمبر ۳۰۰ ۔ کل نمبر ۱۱۰۰ ۔
حاصل کردہ نمبر ۸۶۱ ۔ اوسط نمبر ۷۸،۲۷ ۔ درجۂ کامیابی :۔ اعلیٰ

دوم :- حافظ سلیم اللہ کراچوی - داخلہ نمبر ۹۹ - کل نمبر ۱۱۰۰
حاصل کردہ نمبر ۸۴۲ - اوسط نمبر ۷۶،۵۴ - درجۂ کامیابی :- اعلیٰ

سوم :- حافظ محمد صدیق کراچوی - داخلہ نمبر ۳۸ - کل نمبر ۱۱۰۰ -
حاصل کردہ نمبر ۸۲۷ - اوسط نمبر ۷۵،۱۸ - درجۂ کامیابی :- اعلیٰ

ثانویہ عامہ سال اوّل (اولیٰ)

اوّل :- عبدالوحید کراچوی - داخلہ نمبر ۲۹۶ - کل نمبر ۱۱۰۰
حاصل کردہ نمبر ۸۸۶ - اوسط نمبر ۸۰،۵۴ - درجۂ کامیابی :- اعلیٰ

دوم :- عبدالقہار ایرانی - داخلہ نمبر ۳۱۹ - کل نمبر ۱۱۰۰ -
حاصل کردہ نمبر ۸۸۳ - اوسط نمبر ۸۰،۲۷ - درجۂ کامیابی :- اعلیٰ

سوم :- نعمت اللہ کراچوی - داخلہ نمبر ۱۶۵ - کل نمبر ۱۱۰۰ -
حاصل کردہ نمبر ۸۶۷ - اوسط ۷۸،۸۱ - درجۂ کامیابی :- اعلیٰ

متوسطہ سال سوم (اعدادیہ "ج")

اوّل :- محبوب احمد طاہر کراچوی - داخلہ نمبر ۳۵۷ - کل نمبر ۱۰۰۰
حاصل کردہ نمبر ۷۸۷ - اوسط نمبر ۷۸،۷ - درجۂ کامیابی :- اعلیٰ

دوم :- عزیز الرحمٰن مانسہروی - داخلہ نمبر ۳۷۸ - کل نمبر ۱۰۰۰ -
حاصل کردہ نمبر ۷۵۹ - اوسط نمبر ۷۵،۹ - درجۂ کامیابی :- اعلیٰ

سوم :- سیف اختر پنڈوی - داخلہ نمبر ۲۲۲ - کل نمبر ۱۱۰۰ -
حاصل کردہ نمبر ۷۷۹ - اوسط نمبر ۷۰،۸۱ - درجۂ کامیابی :- اعلیٰ

متوسطہ سال دوم (اعدادیہ "ب")

اوّل :- حافظ نور قاسم کراچوی - داخلہ نمبر ۷۳ - کل نمبر ۱۱۰۰
حاصل کردہ نمبر ۹۴۵ - اوسط نمبر ۸۵،۹۰ - درجۂ کامیابی :- ممتاز

دوم :- عبداللہ کراچوی - داخلہ نمبر ۳۴ - کل نمبر ۱۱۰۰ -
حاصل کردہ نمبر ۹۲۹ - اوسط نمبر ۸۴،۴۵ - درجۂ کامیابی :- اعلیٰ

سوم :- محمد ابراہیم کراچوی - داخلہ نمبر ۳۵۲ - کل نمبر ۱۱۰۰ -
حاصل کردہ نمبر ۸۵۱ - اوسط نمبر ۷۷،۳۶ - درجہ کامیابی :- اعلیٰ

متوسطہ سال اوّل (اعدادیہ "الف")

اوّل :- حمید الحق کراچوی - داخلہ نمبر ۵۸ - کل نمبر ۱۰۰۰ -
حاصل کردہ نمبر ۷۸۱ - اوسط نمبر ۷۸،۱۰ - درجہ کامیابی :- اعلیٰ

دوم :- محمد رمضان سوم رو - داخلہ نمبر ۳۱۵ - کل نمبر ۱۰۰۰
حاصل کردہ نمبر ۷۲۳ - اوسط نمبر ۷۲،۳۰ - درجہ کامیابی :- اعلیٰ

سوم :- محمد نعیم افغانی - داخلہ نمبر ۲۴۷ - کل نمبر ۱۰۰۰ -
حاصل کردہ نمبر ۸۱۸ - اوسط نمبر ۸۰۰،۱ - درجۂ کامیابی :- اعلیٰ

نوٹ :-

واضح رہے کہ " دارالعلوم " کے امتحانات میں " ممتاز - اعلیٰ - اوسط - وغیرہ کا معیار " وفاق " کے معیار سے مختلف ہے " وفاق " میں درجۂ کامیابی کا معیار یہ ہے :-

ممتاز	کم از کم ستّر فیصد نمبر حاصل کرنے پر
جید جدًا (اعلیٰ)	" ساٹھ " " "
جید (اوسط)	" پچاس " " "
مقبول (ادنیٰ)	" چالیس " " "

دارالعلوم میں درجۂ کامیابی کا معیار یہ ہے :-

ممتاز	کم از کم پچاسی فیصد نمبر حاصل کرنے پر
اعلیٰ	" ستّر " " "
اوسط	" پچپن " " "
ادنیٰ	" چالیس " " "

اللہ تعالیٰ طلبۂ دارالعلوم کے تعلیمی معیار کو مزید بلند فرمائے، ان کے علمی ذوق و شوق میں روزافزوں اضافہ فرمائے، اخلاص کی دولت سے مالا مال فرمائے - اور سب کو دین کا سچا خادم بنائے - دارالعلوم کو ظاہری و باطنی ترقیات سے سرفراز فرمائے، اس کے علمی مقام کو بلند سے بلندتر فرمائے، یہاں کے اساتذۂ کرام، حضرات منتظمین اور تمام کارکنان کی خدمات کو قبول فرما کر مزید موفق بنائے - آمین -

حرام مال کمانا اور اس سے کھانا پہننا

فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو گوشت اور خون حرام مال سے بڑھا ہوگا وہ بہشت میں نہ جائے گا۔ دوزخ ہی اس کے لائق ہے۔

فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جو شخص کوئی کپڑا دس درہم کو خریدے اور اس میں ایک درہم حرام کا ہو تو جب تک وہ کپڑا اس کے بدن پر رہے گا اللہ تعالیٰ اس کی نماز قبول نہ کریں گے

ف:۔ ایک درہم چونی سے کچھ زائد ہوتا ہے

۴۱

تحریر: مولانا محمد عبدالمعز

ٹی وی، وی سی آر

ایک شرعی جائزہ

دوسری قسط

پیدا ہونے والے تمام انسانوں کی ذہنی یا فکری صلاحیتیں یکساں نہیں ہوتیں۔ کوئی بہت بیدار مغز، ذہین اور چالاک ہوتا ہے اور کوئی کُند ذہن، بودا اور بھولا بھالا اسی طرح ایک بچہ جس ماحول میں آنکھ کھولتا ہے، وہ ہو بہو وہی نہیں ہوتا جس میں دوسرا بچہ پیدا ہوتا ہے چنانچہ ایک طرف تو وہ بچہ ہوتا ہے جو سونے کا چمچہ مُنہ میں لے کر پیدا ہوتا ہے اور اپنے اردگرد ہر قسم کے عیش وعشرت اور راحت و آرام کو پاتا ہے اور دوسری طرف وہ بچہ ہوتا ہے جو ہوش سنبھالتے ہی اپنے آپ کو نانِ شبینہ کا محتاج دیکھتا ہے اور تعیشاتِ زندگی تو کیا ضروریاتِ زندگی سے بھی محروم ہوتا ہے۔

انسانوں کی ذہنی صلاحیتوں اور خارجی ماحولوں کا اختلاف ہی وہ سبب ہے جس کے بنا پر تمام انسان کوئی ایک ہی راہِ عمل اختیار نہیں کرتے، اور نہ ہی ہر انسان دوسرے انسان کی طرح سوچتا ہے، اور نہ ہی اتنی صلاحیت رکھتا ہے کہ زندگی کے سنجیدہ مسائل کا صحیح تجزیہ کرسکے اور پھر ان کا کوئی صحیح حل تلاش کرسکے۔ اسی لئے انسانی فطرت میں اللہ تعالیٰ نے ایک ایسی صلاحیت ودیعت فرمائی ہے جس کی وجہ سے ایک انسان دوسرے انسان کی صلاحیتوں سے تاثر و استفادہ حاصل کرتا ہے اور انسانوں کی اکثریت دوسرے بعض انسانوں کی تقلید اور اتباع کرتی ہے، انسان کی یہی انفعال اور تاثر کی صلاحیت ہے جسے نقل و محاکات کہا جاتا ہے اور اس میں کوئی شبہ نہیں کہ اگر انسان میں یہ صلاحیت نہیں ہوتی تو انسانی علوم کا نشوو ارتقاء تو درکنار انسان کے لئے دنیا میں زندگی گزارنا ہی سخت دشوار ہوجاتا۔

چنانچہ آپ دیکھتے ہیں کہ انسان کا بچہ پیدا ہونے کے بعد سب سے پہلے دوسرے انسانوں کی نقل ہی سیکھتا ہے۔ وہ اپنے ماں باپ اور دوسرے ہم جنسوں کو دیکھ دیکھ کر بول چال اور اظہار مافی الضمیر کے طریقے سیکھتا ہے، ان کے ساتھ تدرہ کردہ کھانے

پینے کے آداب معلوم کرتا ہے اور انہی کے ساتھ اختلاط سے وہ زندگی گزارنے کے طریقے اور اشیاء دنیا برتنے کے اطوار سیکھتا ہے اور اس میں کوئی شبہ نہیں کہ اگر انسان میں انفعال و تاثر، نقل و محاکات اور تقلید و اتباع کی یہ فطرت نہ ہوتی تو ہر ہر انسان کو صرف بدیہیات زندگی کا علم حاصل کرنے ہی میں ساری عمر صرف کر دینا پڑتی اور علوم و حکم کے نشوونما اور کائنات کی ترقی اور ارتقاء کا سلسلہ ہی جامد ہو کر رہ جاتا۔

فطرت تاثر کی ہمہ گیریت

نقل و محاکات، تاثر و اتباع کی یہ فطرت ہی ہے جس کی بناء پر اللہ تعالیٰ نے انسانوں کی ہدایت کے لئے محض کتاب بھیج دینا کافی نہ سمجھا اور نہ ہی انسانوں کی رہنمائی کے لئے غیر انسان کو پیغمبر بنا کر بھیجا بلکہ ہمیشہ آسمانی کتاب کے ساتھ ایک ایسا شخص بھیجا جو اس پر عمل کر کے دوسرے انسانوں کو بھی اپنی نقل و اتباع پر آمادہ کر سکے اور جس کے کردار کو دیکھ دیکھ کر دوسرے انسانوں کے لئے بھی خدا کی اطاعت آسان ہو سکے۔ یہی وجہ ہے کہ انبیاء کا ہر ہر عمل لائق تقلید اور ذریعۂ ہدایت سمجھا جاتا ہے۔

نیز یہ نقل و محاکات اور تقلید و اتباع کی صلاحیت ہی ہے جس کی بناء پر اچھی صحبت اختیار کرنے کا حکم دیا گیا ہے اور قرآن و حدیث میں واضح طور پر ارشاد فرمایا گیا ہے کہ آدمی اگر اچھے لوگوں میں نہیں اٹھے بیٹھے گا تو کبھی بھی ہدایت نہ پا سکے گا۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَكُونُوا مَعَ الصَّادِقِينَ

اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور نیکوکار لوگوں کے ساتھ رہو۔

حدیث پاک میں ارشاد فرمایا گیا

المرء على دين خليله فلينظر احدكم من يخالل۔
(سنن ابی داؤد، جامع ترمذی)

آدمی اپنے دوست کے طور طریق پر ہوتا ہے۔ سو اسے دیکھ لینا چاہیئے کہ وہ کس سے دوستی کر رہا ہے

ایک اور حدیث میں اچھی یا بری صحبت کے اثرات کو حسی مثالوں سے سمجھاتے ہوئے فرمایا گیا۔

انما مثل الجليس الصالح والجليس السوء كحامل المسك ونافخ الكير فحامل المسك اما ان يحذيك و اما ان تبتاع منه واما ان تجد منه ريحا طيبة ونافخ الكير اما ان يحرق ثيابك واما ان تجد منه ريحا خبيثا۔

اچھے اور برے ساتھی کی مثال مشک رکھنے والے (عطار) اور دھونکنی دھونکنے والے (لوہار) کی سی ہے۔ مشک رکھنے والا یا تو تمہیں مفت مشک دے دے گا یا تم اس سے مشک خرید و گے یا کم از کم یا اس بیٹھنے کی وجہ سے خوشبو تو سونگھ

ہی لوگے اور دھونکنے والا یا تو تمہارے
کپڑے جلادے گا یا تم (گرمی) اور دماغ
سڑا دینے والی بو پاؤ گے۔

(صحیح بخاری کتاب البیوع ، صحیح مسلم کتاب البر)

نقل و محاکات کا یہ فطری جذبہ ہی ہے کہ جب انسان بڑے لوگوں اور اولوالعزمی اور محنت و ہمت سے کام لے کر اعلیٰ کارنامے انجام دینے والے افراد کا تذکرہ پڑھتا یا سُنتا ہے تو خود اس کی طبیعت میں بھی ان جیسا بننے کا جذبہ پیدا ہوتا ہے اور وہ اپنے اندر ایک گونہ جذبات کا تلاطم سا محسوس کرنے لگتا ہے اور اس کا جی چاہنے لگتا ہے کہ کاش وہ بھی ایسے ہی بڑے کارنامے انجام دے۔ یہی وجہ ہے کہ علمائے نفسیات نے اچھے اعمال پر ابھارنے کے لئے اچھے لوگوں کی حکایات و قصص کو غیر معمولی اہمیت دی ہے۔ آج بھی پہلی جماعت سے لے کر پی ایچ ڈی کے طلباء تک کو اسی نسخہ کا سہارا لیکر محنت و کاوش پر اکسایا جاتا ہے۔ خود قرآن کریم میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ثابت قدم رکھنے اور اولوالعزمی سے پیغام الٰہی پہنچانے کے لئے دیگر انبیاء کے قصے خوب تفصیل سے بیان کئے گئے ہیں اور اس کی وجہ اللہ تعالیٰ نے یہ بیان فرمائی ہے کہ ان قصوں کو سن کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب کو تقویت اور حوصلہ حاصل ہوتا ہے چنانچہ ارشاد فرمایا گیا،

وَكُلًّا نَّقُصُّ عَلَيْكَ مِنْ أَنبَاءِ الرُّسُلِ مَا نُثَبِّتُ بِهِ فُؤَادَكَ۔

اور ہم پیغمبروں کے قصوں میں سے یہ سارے قصے بیان کرتے ہیں، جن کے ذریعہ ہم آپ کے دل کو تقویت دیتے ہیں۔

(ہود : ۱۲۰)

اچھے یا بُرے کام سے تاثر و انفعال اور نقل و محاکات کی یہ انسانی فطرت ہی ہے جس کو سامنے رکھ کر انسانوں کے خالق نے اپنی کتاب میں مختلف افراد انسانی اور اقوام ارضی کے قصے سُنائے ہیں، تاکہ ان سے متاثر ہو کر اچھے اعمال کی ترغیب ہو اور نیک لوگوں کی تقلید کا جذبہ پروان چڑھے نیز برے کاموں کے انجام کا خوف پیدا ہو اور بُرے لوگوں کے طور طریقے سے بچا جائے۔ یہی چیز سامنے رکھتے ہوئے، انسانوں کے سب سے بڑے حکیم اور نبض شناس جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بکثرت احادیث میں صحابہ کرامؓ کو پچھلی امتوں کے مختلف افراد کے قصے سُنائے ہیں اور ان کے سے اچھے اعمال کرنے کی ترغیب دی ہے۔

نقل و محاکات اور تاثر و انفعال کی یہ صلاحیت ہی ہے جس کی بناء پر علماء اُمت کا اس بات پر اجماع ہے کہ ایسے ماحول میں رہائش اختیار نہ کی جائے جہاں دین کا چلن چلاؤ نہ ہو اور جہاں عموماً کفار و مشرکین آباد ہوں نیز اسی وجہ سے دار الاسلام کی طرف ہجرت کا حکم دیا گیا ہے۔

نیز اسی نقل و محاکات کے جذبات کو پیش نظر رکھتے ہوئے، علمائے اُمت کا اتفاق ہے کہ ایسی کتابوں سے پرہیز کیا جائے جن میں بے دینی اور الحاد کی باتیں کی گئی ہوں یا فواحش و منکرات کا تذکرہ ہو کیونکہ انسان کی فطرت ہے کہ وہ جس چیز کو پڑھتا ہے۔ غیر شعوری طور پر اس کا اثر ضرور قبول کرتا ہے اور آہستہ آہستہ اس کے فکر و عمل میں تبدیلی آتی جاتی ہے، اسی حقیقت کو سامنے رکھتے ہوئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر فاروقؓ کو ایک عبرانی کتاب پڑھنے سے روکدیا تھا۔

اس تفصیل کو بیان کرنے کے بعد اب ہم اصل مدعا کی طرف آتے ہیں اور عرض کرتے ہیں کہ یہ تینوں ہلاکت خیز اشیاء انسان کے سامنے ایسے نمونے پیش کر رہی ہیں، جن سے دیکھنے والا شخص غیر شعوری طور پر لازماً متاثر ہوتا ہے اور رفتہ رفتہ اس کے اخلاق و کردار میں تبدیلی آتی جاتی ہے اور چونکہ ان تینوں کا اکثریتی استعمال آج کے دور میں محض لہو و لعب، لغویات، فواحش و منکرات اور بے دینی کے لئے ہوتا ہے۔ اس لئے انہوں نے انسانی معاشرے پر بہت بڑے پیمانے پر انتہائی تباہ کن اثرات ڈالے ہیں۔ ذیل میں ہم چند موٹے موٹے اثراتِ بد کو بیان کرتے ہیں۔

بے حیائی اور فحاشی

ان مہلک تفریحات کا جو پہلا اثر انسان پر پڑا ہے۔ وہ بے حیائی اور بے غیرتی کا وہ شدید رجحان ہے جس نے انسانی معاشرے کی چولیں ہلا کر رکھ دی ہیں اور جن کی وجہ سے صدیوں سے آزمائے ہوئے مسلّمہ اعلیٰ انسانی اقدار کا جنازہ نکل گیا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے نسل انسانی کے تحفظ اور انسانی معاشرے کے قیام و بقا کے لئے انسان میں دو جذبے ایسے رکھے ہیں کہ اگر وہ جذبات ودیعت نہ کئے جاتے تو انسانیت کبھی کی مٹ چکی ہوتی۔ میری مراد یہاں حیا اور غیرت سے ہے کہ یہ جذبات مرد و عورت دونوں میں پائے جاتے ہیں مگر یہ کہ عورتوں پر صفت حیاء کا غلبہ رہتا ہے اور اسے

عورت کی نسوانیت کی دلیل اور نسائیت کا زیور سمجھا جاتا ہے جبکہ غیرت مردانگی کی علامت اور مرد کا شیوہ سمجھی جاتی ہے اور اس میں کوئی شبہ نہیں کہ اگر یہ جذبات دب جائیں یا مضمحل ہو جائیں یا ختم ہو جائیں تو انسانیت کی بقاء داؤ پر لگ جائے جیسا کہ مغربی ممالک میں اس کا انجام اب سامنے آچکا ہے۔

جذبۂ حیاء ہی وہ واحد جذبہ ہے جو عورت جیسی کمزور مخلوق کو آوارہ اور بدکار مردوں کی شیطنت سے محفوظ رکھتا ہے اور اسے وہ قوت بخشتا ہے جو عورت کو غلط راہوں پر پڑنے اور فحاشی و عریانیت سے روکتی ہے اور یہی جذبہ اسے مجبور کرتا ہے کہ وہ ایک ہی مرد کے ماتحت رہ کر نسل انسانی کی بقاء اور تحفظ کے فرائض صحیح طور پر انجام دے۔

اسی لئے کتاب و سنّت میں اس جذبہ کو بہت ابھارا گیا ہے اور اس کی بڑی تحسین کی گئی ہے چنانچہ قرآن کریم میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کا قصہ سناتے ہوئے بتایا گیا ہے کہ جب وہ مدین پہنچے اور وہاں ایک کنویں پر آئے تو دیکھا کہ دو لڑکیاں کھڑی ہیں اور انتظار میں ہیں کہ کب مرد فارغ ہوں اور وہ بڑھ کر اپنے مویشیوں کو پانی پلائیں، وہ مارے حیاء کے مردوں سے دور کھڑی رہیں اور بے حجابانہ ان میں گھُسیں نہیں۔ اسی طرح بعد میں جب موسیٰ علیہ السلام نے انہیں پانی بھر کر دے دیا تو ان میں سے ایک جب اپنے گھر سے واپس لوٹی تاکہ موسیٰ علیہ السلام کے احسان کا بدلہ اپنے والد سے دلوائے تو قرآن اس کی حیاء بیان کرتے ہوئے فرماتا ہے۔

فجاءته احدٰهما تمشي على استحياء (القصص) — تو ان دو لڑکیوں میں سے ایک شرماتی ہوئی ان کے پاس آئی۔

یہاں لڑکی کی حیاء کا تذکرہ مدح و ستائش کے لئے کیا گیا ہے۔

اسی طرح احادیث میں بھی حیاء کی تلقین آئی ہے اور سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے واضح طور پر فرما دیا ہے

الحیاء من الایمان — حیاء جزو ایمان ہے۔

(بخاری کتاب الایمان، مسلم کتاب الایمان)

ایک حدیث میں ارشاد فرمایا گیا ہے:

الحیاء کله خیر — حیا تو خیر ہی خیر ہے۔

(بخاری کتاب الادب، مسلم کتاب الایمان)

اور ایک دوسری حدیث میں فرمایا:

الحیاء لا یاتی الا بخیر — حیاء سے خیر ہی آتی ہے۔

(حوالہ مذکورہ)

ایک اور حدیث میں تو صاف صاف دو ٹوک الفاظ میں فرمادیا گیا کہ :

ان مما ادرک الناس من کلام النبوۃ اذا لم تستحی فافعل ماشئت	پچھلے انبیاء کی جو باتیں آج بھی لوگوں کو ملی ہیں ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ "جب تم میں حیا نہ رہے تو جو چاہے کرو۔"

(بخاری ، ابوداؤد کتاب الادب)

عورت کے بالکل برعکس مرد چونکہ فطرتاً جارح اور طاقتور پیدا ہوتا ہے اور وہ اپنی طاقت اور جارحیت کے بل بوتے پر ہی عورت پر غلبہ حاصل کرتا ہے، اس لئے قدرت نے اس میں غیرت کا مادہ رکھ دیا ہے جس کا اصل مقصود بھی نسلِ انسانی کی بقاء اور اس کا تحفظ ہے کیونکہ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ اگر مرد میں غیرت نہ ہو تو اس کی بیوی یا بہن کی قدرتی کمزوری سے دوسرے مرد فائدہ اٹھائیں ۔

یہی وجہ ہے کہ ہر زمانہ میں مرد کے لئے غیرت ایک بڑی خوبی سمجھی جاتی ہے ۔ خود عورت بھی فطرتاً ایسے مرد کے دامن میں تحفظ محسوس نہیں کرتی جو بے غیرت ہو، قرآن و حدیث میں صفت غیرت کو بہت ابھارا گیا ہے اور اس کی انتہائی تصویب و ترغیب فرمائی گئی ہے ۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے ۔

المومن یغار واللہ اشد غیرا ۔	مومن غیرت مند ہوتا ہے اور اللہ سب سے زیادہ غیور ہے ۔

(صحیح مسلم کتاب التوبہ)

اور ایک حدیث میں ارشاد ہے ۔

لا احد اغیر من اللہ من اجل ذالک حرم الفواحش ماظہر منھا وما بطن ۔	اللہ سے بڑھ کر کوئی غیور نہیں ، اسی لئے اس نے ظاہری اور باطنی ہر قسم کے فواحش کو حرام کردیا ہے ۔

(مسلم بحوالہ مذکورہ ، بخاری کتاب النکاح)

اسی طرح احادیث میں حضرت سعد بن عبادہ ، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اور حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہم کی غیرت مندی کی بڑی تعریف فرمائی گئی ہے ۔

خلاصہ یہ ہے کہ حیاء اور غیرت ہی دو وہ جذبات ہیں کہ صرف انہی کی وجہ سے بدکاری اور فحاشی کا دروازہ بند رہتا ہے اور اگر کسی معاشرے میں خدانخواستہ یہ جذبات فنا ہو جائیں تو بدکاری ، عریانی اور فحاشی کے وہ مناظر سامنے آئیں کہ الامان والحفیظ ، جس کا بہت کچھ اندازہ آج کی مغربی دنیا کو دیکھ کر کیا جاسکتا ہے ۔ لاکھوں ناکردوطوں کی تعداد میں پیدا ہونے والے

حرامی بچے انسان کی فطری اٹھان سے یکسر محروم ہوگئے ہیں۔ محبت، ایثار، قربانی اور اعتماد جیسے ناگزیر لطیف احساسات کا ان میں کوئی وجود نہیں جبکہ ان جذبات کے بغیر سکون و اطمینان کی انمول دولت انسانی معاشرہ کبھی بھی نہیں پاسکتا۔ یہ قیمتی جذبات تو ایک انسانی بچہ خالصتاً اپنے ماں باپ اور گھر سے ہی حاصل کرتا ہے۔

ان تینوں ناجائز اور ہلاکت خیز تفریحات کا پہلا حملہ جیسا کہ تجربہ شاہد ہے، انسان کے حیاء اور غیرت کے جذبات پر ہورہا ہے۔ تاثر و انفعال اور نقل و محاکات کے فطری جذبہ کے تحت بے حیائی اور بے غیرتی کے بار بار مشاہدے کے بعد ناظر کی غیرت کا جنازہ نکل جاتا ہے اور وہ بے حیاء اور بے غیرت بن جاتا ہے۔

جب دن میں کم از کم ایک گھنٹے ٹی وی میں اور کئی کئی گھنٹے سینما اور وی سی آر کے ذریعہ فلموں میں عورتیں بے پردہ خواتین کا مشاہدہ کرتی ہیں، ان کے ناچ گانے، بے ہودہ اور فحش ادائیں اور اخلاق سے گری ہوئی حرکات دیکھتی ہیں پھر اس کے بعد ہفتہ بھر قومی اخباروں فلمی رسالوں اور بیسیوں جرائد میں بڑی بڑی خوبصورت تصاویر کے ساتھ ان فنکاروں پر آفریں اور تحسین سے پر کالم اور ان کے حسن کی نزاکت پر تبصرے پڑھتی ہیں تو لامحالہ ان سے مرعوب اور متاثر ہوتی ہیں، نوجوان لڑکیاں جب فنکاراؤں کی تنگ لباسی، کم لباسی اور بسا اوقات بے لباسی دیکھتی ہیں تو انہیں تمامتر خاندانی شرافت اور پردہ داری کے باوجود جسموں پر چڑھا ہوا برقعہ بوجھ معلوم ہونے لگتا ہے۔ دوپٹہ اور ڈھیلا ڈھالا لباس کاٹنے کو دوڑتا ہے، اوڑھنی سرک کر کندھے پر اور بسا اوقات بکس میں جا پہنچتی ہے۔ معقول شرعی اور شریفانہ لباس جسم کے نشیب و فراز کے عین مطابق بلکہ اکثر اوقات ان سے بھی تنگ ہوجاتا ہے۔ قمیصوں کے تنگ گلے آہستہ آہستہ کھلنے لگتے ہیں، پوری آستین رفتہ رفتہ آدھی ہوکر بغل تک پہنچ کر غائب ہوجاتی ہے اور اس ہوتے ہوتے برقعہ سے بے لباسی[1] تک نوبت

---

[1] بے لباسی کبھی حقیقتاً ہوتی ہے اور کبھی عرفاً اور شرعاً۔ لباس کے اسلامی آداب پر تفصیلی بحث کا یہ موقع نہیں، البتہ اتنی بات ضرور سمجھ لینا چاہیئے کہ لباس ایسا ہونا چاہیئے جو نہ تو اتنے باریک کپڑے کا ہو کہ اس سے ستر نظر آئے اور نہ اتنا تنگ ہو کہ دیکھتے ہی نشیب و فراز اور پشت و بطن کا سائز معلوم ہوجائے۔ ایسا لباس بے لباس ہونے کے مساوی ہے۔ حدیث میں آتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

نساء کاسیات عاریات ممیلات مائلات رؤوسهن کاسنمة البخت المائلة لا یدخلن الجنة ولا یجدن ریحها

جو عورتیں کپڑے پہن کر بھی ننگی رہیں اور غیر مردوں کو اپنی طرف کھینچیں اور خود بھی ان پر ریجھیں اور ناز سے بختی اونٹ کی طرح گردن ٹیڑھی کر کے چلیں۔ وہ جنت میں ہرگز داخل نہ ہوں گی اور نہ اس

جا پہنچی ہے۔ یہ سب ہے ان ہلاکت خیز تفریحات کا اسوۂ سئیہ، جس سے ہر ہر ناظر اپنے ظرف کے مطابق اثر قبول کرتا ہے، اور کر رہا ہے۔ اسی طرح مرد بھی جب ٹی وی، وی سی آر اور فلموں کے ذریعہ بار بار دوسرے مردوں کی بے غیرتی کا مشاہدہ کرتے ہیں اور اس اعلیٰ ظرفی، وسعت قلبی اور کشادہ دلی کو دیکھتے ہیں کہ کس طرح ایک مرد اپنی بیوی اور بہن کا تعارف دوسرے قطعی نامحرم مردوں سے کراتا ہے اور کس طرح انہیں تنہائی میں ملتے دیکھ کر بھی خاموش رہتا ہے بلکہ بسا اوقات خود اس بات کو پسند کرتا ہے کہ اس کی بہن یا بیوی اس کے دوستوں سے ہنسے، بولا کرے تو اس وقت اس ناظر بے چارے کو اپنی بیوی اور بہن پر ترس آتا ہے۔ وہ اسے ایک قید خانے میں مقید معلوم ہوتی ہے، وہ دل ہی دل میں شرمندہ ہوتا رہتا ہے کہ اس نے کیوں اپنی بیوی یا بہن کو اتنی چھوٹ نہیں دی؟ وہ اتنا تنگ دل اور کم ظرف کیوں ہے؟ وہ کیوں ان لوگوں کے ساتھ کس قدر ظلم و ستم کا معاملہ کر رہا ہے؟ ۱؎

علاوہ ازیں نوجوان لڑکے اور لڑکیاں ان ہلاکت خیز تفریحات سے عشق و محبت کے آداب اور طریقے سیکھتے ہیں، یہ ناپختہ ذہن، انتہائی جذباتی عمر میں جب ٹی وی، وی سی آر اور فلموں میں مرد و عورت کو آزادانہ عشق لڑاتے اور رومانس کرتے دیکھتے ہیں تو ان کا ذہن بھی بگڑنا شروع ہو جاتا ہے۔ ان کے دل میں بھی یہ خواہش پیدا ہونے لگتی ہے کہ وہ بھی کسی سے عشق کریں، ان کی بھی ایسی ہی خوبصورت محبوبہ ہو، یا ایسا ہی خوبصورت اور گبھرو جوان ان کا محبوب ہو، رفتہ رفتہ ان معصوم ذہنوں میں اولاً عاشقانہ اور پھر سفلانہ جذبات اُبھرنے لگتے ہیں، جس کے نتیجہ میں اخلاقی بند ڈھیلے ہونے لگتے ہیں، بزرگوں کی

(مسلم باب النساء والکاسیات العاریات) کی بو پائیں گی۔

ایک مرتبہ حضرت اسماء نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں آئیں، وہ باریک لباس زیب تن کئے ہوئے تھیں تو حضور علیہ السلام نے ان سے منہ موڑ لیا اور فرمایا اسماء! جب عورت بالغ ہو جاتی ہے تو اس کے اس اور اس کے علاوہ نظر آنا جائز نہیں ہوتا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے چہرے اور ہتھیلی کی طرف اشارہ فرمایا (ابو داؤد)

حضرت عائشہ رضی کی بھتیجی حضرت حفصہ ایک مرتبہ ان کے پاس آئیں، ان کا دوپٹہ باریک کپڑے کا تھا، حضرت عائشہ رضی نے وہ دوپٹہ لے کر پھاڑ دیا اور انہیں ایک موٹا دوپٹہ اوڑھنے کے لئے دیا (موطا امام مالک)

۱؎ ٹی وی ڈراموں اور فلموں سے یہ نتائج میرے اپنے گھڑے ہوئے نہیں ہیں، یہ سب وہ خیالات ہیں جو ایک ناظر کے ذہن میں اُبھرتے رہتے ہیں اور انہی خیالات اور جذبات کو اُبھارنا اور پھیلانا آزادیٔ نسواں کے لئے ناگزیر ہے، جس کا تہیہ ہمارے ارباب حل و عقد اور دنیا کے تمام انسان نما شیطان کر چکے ہیں

روک ٹوک، دقیانوسیت اور قید بن جاتی ہے اور نتیجۃً بے حیائی اور فحاشی پروان چڑھنے لگتی ہے۔

پھر یہ سب اگر حد زنا تک نہ پہنچیں تو بھی قابل برداشت! مگر افسوس تو یہ ہے کہ وی سی آر کے تحت انگریزی ننگی فلموں کا رواج بھی عام ہوگیا ہے، ان ننگی فلموں نے جنہیں عرف عام میں بلیو پرنٹس یا نیلی فلمیں کہا جاتا ہے، جنس کی وہ آگ بھڑکائی ہے کہ فحاشی اور سیاہ کاری کا ایک لامتناہی سلسلہ شروع ہوچکا ہے۔ ذیل میں ہم پاکستان کے صرف ایک شہر اسلام آباد میں وی سی آر کے رواج اور اس کے رجحان کا ایک تحقیقی جائزہ پیش کرتے ہیں جس سے قارئین کو دوسرے شہروں کا بھی اندازہ ہوجائے گا اور یہ بھی معلوم ہوجائے گا کہ آنے والی نسلیں کس رُخ پر جارہی ہیں اور یہ کہ وی سی آر کا عفریت اہل پاکستان کو کس طرح نگل رہا ہے۔ اسلام آباد سے شائع ہونے والے ہفت روزہ "تاجر" کا مقالہ نگار اپنے مضمون "بھارتی فلمیں، انگریزی فلمیں، نیلی فلمیں — اسلام آباد میں کون کیا دیکھتا ہے؟" کو شروع کرتے ہوئے لکھتا ہے:

"شہر میں کتنے لوگ وی سی آر پر فلمیں دیکھتے ہیں؟ ان میں سے کتنے بھارتی فلموں کے شوقین ہیں اور کتنے ہالی وڈ کی فلموں کے خریدار نیلی فلمیں کہاں سے آتی ہیں اور کس عمر اور جنس کے لوگ ان میں زیادہ دلچسپی لیتے ہیں؟ ان سوالات کے جائزے سے بعض دلچسپ انکشافات سامنے آتے ہیں ایسے چونکا دینے والے حقائق جن میں بعض لرزہ خیز حد تک خوفناک ہیں۔

ایک محتاط اندازے کے مطابق اسلام آباد شہر میں پانچ ہزار کے لگ بھگ وی سی آر ہیں، اندازہ ہے کہ ان میں سے ایک تہائی کے لگ بھگ غیر ملکیوں کے پاس ہیں۔ جن کا تعلق سفارتخانوں اور دوسرے اداروں سے ہے[1] اسلام آباد میں ویڈیو فلمیں فراہم کرنے والی ایک سو دکانوں پر ہر روز گاہکوں کو جو فلمیں کرائے پر دی جاتی ہیں ان میں سے زیادہ تر انگریزی زبان میں بنی ہوئی فلمیں ہوتی ہیں، یہ صرف انگریزی بولنے والے ممالک امریکہ، کینیڈا، برطانیہ اور آسٹریلیا وغیرہ کے لوگ نہیں جو انگریزی فلموں کے طالب ہیں، عربوں کی ایک بڑی تعداد انگریزی فلمیں دیکھتی ہے اور پاکستانیوں کی بھی...... انگریزی فلمیں زیادہ تر ہالی وڈ کی بنی ہوئی ہوتی ہیں اور امریکہ سے درآمد کی جاتی ہیں کچھ لندن اور دوسرے شہروں سے بھی آتی ہیں، یہ بھارتی فلموں کے مقابلے میں مہنگی ہیں جو دس روپے روز کرائے پر دی جاتی ہیں، انگریزی فلموں کا نرخ ان سے ڈیڑھ گنا ہے اور ان کے پرنٹ عام طور پر زیادہ بہتر ہوتے ہیں"

---

[1] جب کہ شہر کی آبادی تقریباً ڈھائی لاکھ ہے۔

(باقی آئندہ)

مولانا رشید اشرف سیفی

تاریخہائے وفات

حضرت مولانا نور احمد صاحب قدس سرہ

آیات کریمہ، احادیث مبارکہ، عمدہ اشعار اور قیمتی و مفید مقولوں سے تاریخہائے وفات نکالنا ایک دلچسپ و مفید فن ہے، جس پر ہر دور کے اہل قلم طبع آزمائی کرتے رہے ہیں اور جہاں عظیم شخصیات کی تاریخہائے وفات محفوظ ہوجاتی ہیں، وہاں ان کے امتیازی اوصاف کا اظہار بھی ہوتا ہے ان کے حق میں دُعا اور نیک فال بھی ــــــ

ذیل میں احقر کے والد ماجد مدیر الدعوۃ والارشاد مؤتمر العالم الاسلامی، بانی ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ اور دار العلوم کراچی کے ناظم اول حضرت مولانا نور احمد صاحب قدس اللہ سرہٗ کی چند تاریخہائے وفات پیش خدمت ہیں۔ جو امید ہے کہ ان کے متعلقین اور بیشمار ب... دیکھنے والوں کیلئے باعث دلچسپی ہوں گی۔

رشید اشرف سیفی

(۱)

خادم	الاسلام	داعی	حق	مولانا	نور احمد
۶۴۵	۱۳۲	۸۵	۱۰۸	۱۲۸	۳۰۹

۱۴۰۷ھ

(۲)

غُفِرَ	لَہٗ	وَ	لِوَالِدَیْہِ
۱۲۸۰	۳۵	۶	۸۶

۱۴۰۷ھ

(۳)

وَ	قَالَ	الحَیُّ	السَّمِیْعُ	الوَدُوْدُ :	وَ	مَنْ	اَحْسَنُ	قَوْلًا
۶	۱۳۱	۴۹	۲۱۱	۵۱	۶	۹۰	۱۱۹	۱۳۷

مِمَّنْ	دَعَا	اِلَی	اللّٰہِ	وَ	عَمِلَ	صَالِحًا	وَ	قَالَ	اِنَّنِیْ	مِنَ
۱۳۰	۷۵	۴۱	۶۶	۶	۱۴۰	۱۳۰	۶	۱۳۱	۱۱۱	۹۰

المسلمین

۲۶۱

۱۹۸۷ء

۴

قال	الحلیم	الکریم	الودود	جل	جلالہ	الا
۱۳۱	۱۱۹	۳۰۱	۵۱	۳۳	۶۹	۳۲

ان	اولیاء	اللہ	لا	خوف	علیھم	و	لا
۵۱	۴۹	۶۶	۳۱	۶۸۶	۱۵۵	۶	۳۱

ھم	یحزنون
۴۵	۱۲۱

۱۹۸۷ء

۵

قال	اللہ	الودود	جل	جلالہ	و	عم	نوالہ
۱۳۱	۶۶	۵۱	۳۳	۶۹	۶	۱۱۰	۹۲

و	اللہ	علیم	بالمتقین
۶	۶۶	۱۵۰	۶۳۳

۱۴۰۷ھ

۶

مرد	مجاہد	رجل	عظیم	مولانا	نوراحمد
۲۴۴	۵۳	۲۳۳	۱۰۲۰	۱۲۸	۳۰۹

۱۹۸۷ء

۷

بانی	ادارہ	القرآن	لسبیلہ	چوک	کراچی	پاکستان
۶۳	۶۰۶	۳۸۲	۱۲۷	۲۹	۲۳۴	۵۳۶

۱۹۸۷ء

واحد الماری والے

پاکستان میں پہلی بار اسٹیل کی الماریاں تول کر پیش کرنے کے بانی

ہم اپنے رب کے انتہائی شکر گزار ہیں کہ اس نے ہمارے ماہانہ اقساط کے پروگرام کو کامیابی سے ہمکنار کیا۔ ہم اپنے عوام کے بھی تہہ دل سے مشکور ہیں کہ انہوں نے ہمارے ساتھ بھرپور تعاون کیا۔ عوام کے اعتماد اور تعاون کی بدولت ہم نے اپنی ایجنسیاں قائم کرنے کے پروگرام کو عملی جامہ پہنایا اور ہمیں یہ سعادت حاصل ہوئی کہ ہم عوام کی ضروریات زندگی کی تمام چیزیں آسان اقساط پر ان کے گھروں تک پہنچا دیں۔

آپ کی خدمت ہمارا نصب العین ہے

ہم دلی مسرت کے ساتھ اعلان کرتے ہیں کہ ہمارے ماہانہ اقساط کے پروگراموں کی ممبر شپ جاری ہے آپ بھی ہمارے ماہانہ اقساط کے پروگراموں میں ممبر بن کر اپنی پسند کی مندرجہ ذیل اشیاء حاصل کر سکتے ہیں۔

سیونگ مشین۔ الیکٹرک فین، یا چھوٹی الماری -/50 روپے ماہانہ
بڑی الماری، واشنگ مشین یا مختلف فرنیچر کے سیٹ -/100 روپے ماہانہ
ریفریجریٹر ..... -/300 روپے ماہانہ

اس کے علاوہ ہمارے دیگر پروگرام

موٹر سائیکل ہنڈا CD-70 = 400 روپے ماہانہ
پاک سوزوکی کار 800 C.C کا ، 1500 روپے ماہانہ

نقد یا نقد کے برابر اقساط کی ادائیگی پر ہماری کمپنی آپ کی پسند کی اشیاء کراچی میں آپ کے گھر تک پہنچا دیتی ہے۔ آیئے آپ بھی ہمارے اقساط کے ماہانہ پروگراموں کی ممبر شپ حاصل کر کے ہمارے پروگراموں میں اپنی شرکت کو یقینی بنایئے۔

نوٹ:۔ ہمارے کار کے نئے گروپ اور ہنڈا CD-70 موٹر سائیکل کی ممبر شپ جاری ہے آیئے اور جلد از جلد ممبر بن کر ممبر شپ حاصل کیجئے اور ہمارے پروگرام میں اپنی شرکت کو یقینی بنایئے۔

آیسہ ٹریڈرز ۲/۱۴ اے بلاک نمبر ۲ گراؤنڈ فلور الکریم اسکوائر فیڈرل کیپٹل ایریا۔ کراچی
ناگن چورنگی۔ این کے ٹریڈرز، دکان نمبر ۳۱/۲ سی ایل ۳ اسلم پلازہ نارتھ۔ کراچی
لیاقت مارکیٹ ملیر ایجنسی ہولڈر سہیل حیدر ۱۸/۱۱ ایچ نزد لیاقت مارکیٹ ملیر۔ کراچی
ایجنسی ہولڈر، اصغر بھٹی محمود آباد ۲ نمبر سلیمان سینٹر۔ کراچی
کورنگی شیراز اینڈ برادرز سیکٹر ۲ اے ۳۵ زمان ٹاؤن کورنگی نمبر ۴ کراچی

واحد کمرشل انڈسٹریز پرائیویٹ لمیٹڈ ، ہیڈ آفس ۔ 306 ۔ یونی شاپنگ سینٹر تیسری منزل شاہراہ عراق بالمقابل محبوب کلاتھ مارکیٹ صدر کراچی۔ فون نمبر 526705 ۔ 527537
شوروم:۔ بی 31/1 بلاک نمبر 3 ، اقرا اسکوائر لیاقت آباد کراچی ۔19

مولانا اظہار الاسلام

حضرت مولانا محمد اللہ حافظ جی حضورؒ کی وفاتِ حسرت آیات

نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

اما بعد!

برصغیر کے مشہور عالم دین اور شیخ طریقت حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی صاحب قدس سرہٗ کے ممتاز خلیفہ بنگلہ دیش کی اہم سیاسی ومذہبی شخصیت حضرت مولانا محمد اللہ حافظ جی حضور صاحبؒ ، رمئی ۱۹۸۷ء مطابق ۹ رمضان المبارک ۱۴۰۷ (بحساب بنگلہ دیش ۸ رمضان) بروز جمعرات ، پونے تین بجے سہروردی ہسپتال ، ڈھاکہ میں نوّے سال سے زائد عمر میں انتقال فرماگئے ۔ (انا للہ وانا الیہ راجعون)۔

پندرہویں صدی کی یہ اہم یادگار اور روحانی شخصیت ، جو سو سے زائد مکاتب ومدارس دینیہ کی بانی بھی تھی ان کی وفات حسرت آیات پر تعزیتی پیغامات میں ملک کے تمام مکاتب فکر کے علماء وزعماء نے اس حقیقت کا اظہار کیا کہ آج ملک سے ایک اہم روحانی شخصیت اور دینی رہنما کے فوت ہونے سے جو خلا پیدا ہو چکا ہے اس کا پُر ہونا مشکل ہے ۔

نوّے سال سے زائد کی اس معمر شخصیت کو ۲۴ ر اپریل ۱۹۸۷ء کو (پی جی) پوسٹ گریجوٹ ہسپتال ڈھاکہ میں داخل کیا گیا ۔ امراض قلب کے آثار معلوم ہونے پر ۵ ر مئی کو سہروردی ہسپتال میں منتقل کیا گیا ۔ ڈاکٹروں کے مشورے کے مطابق ۵ ر مئی کو آپ نے روزہ ترک فرمایا ' ہوش اور بے ہوشی کے مختلف ادوار میں چند روز گزر گئے بروز وفات آپ نے بستر ہی پر بیٹھ کر آخری ظہر کی نماز ادا فرمائی ۔ اس کے بعد اپنے صاحبزادے مولانا عطاء اللہ اور کئی سیاسی زعماء اور چند مریدوں سے کچھ ضروری باتیں فرمائیں ۔

عوام کے لئے آپ کی یہ آخری وصیت تھی کہ " زندگی کے ہر شعبے میں احکام اسلام کا اتباع کریں اور نماز روزہ کی پابندی کریں ، نیز مخلوق پر بھروسہ کرنیکے بجائے خالق پر بھروسہ کریں " اس کے بعد پونے تین بجے اس صدی کی یہ عظیم شخصیت ہم سے ہمیشہ کے لئے روپوش ہوگئی ۔ انا للہ وانا الیہ راجعون ۔

بنگلہ دیش کی راجدھانی ، ڈھاکہ میں حضرت حافظ جی رح کے انتقال کی خبر پھیل جانے کے ساتھ ساتھ چاروں طرف بالخصوص پرانے ڈھاکہ کیطرف سے ایک بڑی خلقت لال باغ ، شاہی مسجد کی طرف ٹوٹ پڑی ۔ وہاں جنازہ ساڑھے چار بجے پہنچ چکا تھا ۔

جامعہ قرآنیہ ، لال باغ کی دار الحدیث میں مرحوم کا جنازہ آخری دیدار کے لئے زائرین کے سامنے رکھ دیا گیا ۔ اس وقت سے لیکر ساری رات ملک کے مختلف گوشے سے مختلف طبقات کے ہزاروں معتقدین آخری دیدار کے لئے ہجوم لگاتے رہے ۔ زائرین کے ہجوم کو کنٹرول کرنے کے لئے پولیس متعین کی گئی ۔ اخیر رات میں جنازہ کو حضرت مرحوم کی قیامگاہ لال باغ قلعہ کی موڑ میں لایا گیا وہاں سے بروز جمعہ بعد نماز جمعہ قومی عیدگاہ نزد ہائیکورٹ میں لایا گیا ۔ مرحوم کی وفات کی اطلاع جیسے ہی ملک کے تمام ذرائع ابلاغ سے نشر ہوئی تو پورے ملک میں صف ماتم بچھ گئی ۔

حضرت مولانا محمد اللہ حافظ جی حضور رحمۃ اللہ کون تھے ؟

شیخ الہند حضرت مولانا محمود الحسن صاحب کی صحبت ، حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی کی روحانی تربیت اور پانی پت ، سہارنپور ، دیوبند میں مذہبی علوم کی تعلیم ۔ ان تینوں سلسلے کے مجموعی تاثرات میں حضرت مولانا محمد اللہ حافظ جی حضور مرحوم کی زندگی آگے بڑھ رہی تھی ۔

جوانی کے ایام میں علوم ظاہری و باطنی کی تحصیل سے فارغ ہو چکنے کے بعد مدرسہ یونسیہ برہمن باڑیہ میں مدرس مقرر ہو گئے ۔ اس وقت بنگلہ دیش کے مشہور مذہبی قائد اور نامور اہل قلم ، حضرت مولانا شمس الحق فریدپوری بھی وہاں مدرس تھے جید اور محقق عالم دین ہونے کے ساتھ ساتھ آپ حافظ قرآن بھی تھے ، اس لئے آپ کو وہاں مدرسے میں " حافظ جی " کے لقب سے بلایا جانے لگا ، حضرت مولانا شمس الحق صاحب فریدپوری نے اس کے ساتھ " حضور " کے لفظ کا اضافہ فرمایا ، تو " حافظ جی حضور " کا یہ لقبی نام بنگلہ دیش کی تاریخ کا ایک اہم باب بن گیا ۔ واضح رہے کہ آپ مدرسہ برہمن باڑیہ کے بعد کافی عرصہ مدرسہ اشرف العلوم ، بڑا کٹرہ اور جامعہ قرآنیہ لال باغ کے استاد حدیث و فقہ بھی تھے ۔

دینی تعلیم کا فروغ ، طریقت کے سلسلے میں مریدوں کی اصلاح ، اور سیاسی تحریکات میں سرگرمی کے ساتھ حصہ لینا ان تین شعبوں میں آپنے اپنی حیات کی تقسیم کی ، اولاً آپ معلم علوم دینیہ تھے ، پھر مصلح شیخ طریقت پھر سرگرم سیاسی رہنما ، مگر آخر دم تک یہ تینوں ہی شعبے بیک وقت آپ کی ذات کے ساتھ منسلک رہے ۔ آپ سو سے زائد مکاتب و مدارس دینیہ کے بانی ہونے کے ساتھ بنگلہ دیش ، بھارت اور برطانیہ میں لاتعداد مریدوں کے شیخ تھے ۔ ساٹھ سے زائد آپکے خلفا ہیں ۔ آپ کی بنا کردہ تحریک خلافت دو گروہ میں بٹ جانیکے باوجود آپ دونوں گروہ کے محبوب قائد تھے اور ۱۹۸۱ء سے میدان سیاست میں قدم رکھنے کے ساتھ ساتھ آپنے بے شمار سیاسی معتقدین تیار

فرماتے تھے۔

آپ کی ولادت بنگلہ دیش کے مشہور ضلع "نواکھالی" کے "لودھیا" گاؤں میں ہوئی۔ آپ کے والد ماجد میانجی محمد ادریس صاحب بھی ایک اسلامی مفکر تھے۔ آپ کے چار صاحبزادے اور چھ صاحبزادیاں ہیں۔ دوسرے صاحبزادے قاری عبید اللہؒ اس سے قبل سفر حج میں ہوائی جہاز کے حادثے میں فوت ہو چکے تھے۔

حافظ جی حضور اور ملکی سیاست

تعلیم و تزکیہ کے ان اہم دو شعبوں میں آپ کی حیات طیبہ کا اکثر حصہ گذر چکا تھا۔ یکایک عوام کے اندر دن بدن پھیلنے والی بددینی اور حاکم و محکوم دونوں طرف سے صادر ہونے والی نافرمانی ایسی تھی کہ حضرت کا قلب ان سے شدید متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکا۔ عوام و خواص کی زندگی کے ہر شعبے میں اللہ و رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کا مظاہرہ کیوں نہ ہو۔ یہ کڑھن آپ کو پیدا ہوگئی۔ چنانچہ آپ نے اپنے مرشد روحانی حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی کے بتائے ہوئے اصول اور قائم کی ہوئی تنظیم "مجلس دعوۃ الحق" کے نام پر عوام کے اندر دینی شعور پیدا کرنے کی مہم شروع فرمادی۔ مخفی نہ رہے کہ اس مرحلہ تک ملک کے ہر مکتب فکر کے علماء نے حضرت سے مختلف نشستوں میں حضرت کے پیش کئے ہوئے پیغام کو عوام تک پہنچانے کا عہد کیا۔

کچھ آگے چل کر حکام کی طرف سے صادر ہونیوالی کوتاہیوں پر آپ کی اصلاحی نظر پڑی۔ تو آپ نے بنگلہ دیش کے سابق صدر مرحوم ضیاء الرحمٰن سے لیکر کابینہ اور اراکین قومی اسمبلی کے نام مختلف نصیحت نامے شائع کئے اور مرحوم ضیاء الرحمٰن کو شفقت کے ساتھ یہاں تک تہدید سنائی کہ اگر تم نے میری باتوں کی طرف توجہ نہ کی تو بعید نہیں کہ خدا کی طرف سے ملی ہوئی مسند اقتدار کی ناشکری کے سبب تمہارا تختہ الٹ جائے۔

اس کے بعد جب حضرت نے یہ ملاحظہ فرمایا کہ ان حکام پر نصیحتوں کا کچھ اثر نہیں ہو رہا ہے تو آپ نے تمام بددینیوں کے خلاف جہاد کا اعلان فرمایا۔ اسی سال سے متجاوز عمر ہونے اور اعضاء و جوارح کے جواب دینے کے باوجود عوام سے بیعت توبہ لینے کے لئے میدان میں کود پڑے اور ملک کے گوشے گوشے میں سفر شروع فرمایا اور بڑے بڑے تاریخی جلسے اور جلوس کی شکل میں ملک گیر مہم شروع فرمادی۔

تعلیم تزکیہ اور جہاد کے ان مراحل تک حضرت حافظ جی حضور قدس سرہم ملک کی ایک مسلّم اور نہایت مؤثر شخصیت تھی۔ جو کچھ بھی زبانی یا تحریری طور پر فرماتے ملک کے کونے کونے میں اس کا چرچا ہوتا۔ حتیٰ کہ مذہبی طور پر تمام باطل فرقے پر اور سیاسی حیثیت سے تمام غلط جماعتوں پر بھی آپ کا رعب تھا۔

اس کے بعد صدر مملکت مرحوم ضیاء الرحمٰن کی ۱۹۸۱ء میں شہادت پر ملک میں صدارتی انتخاب کا اعلان ہوا تو آپ نے ۲۸ اگست ۱۹۸۱ء کے صدارتی انتخاب میں حصہ لینے کا اعلان فرمادیا۔ ۵۲ دن کی انتخابی مہم میں آپ ملک کے گوشے گوشے میں پہنچ گئے۔ انتخاب کے اندر ۳ لاکھ اٹھاسی ہزار ووٹ حاصل کر کے آپ تیسرے نمبر پر آئے۔ پھر ۲۹ نومبر میں آپ نے لال باغ شائستہ خان ہال کی کانفرنس میں تمام کارکنوں اور علماء کو مدعو فرمایا۔ اور "تحریک خلافت" کی بنیاد ڈالی۔

بین الاقوامی مسائل میں ایران عراق کی جنگ کا مسئلہ" چونکہ بہت زیادہ سنگین تھا اس لئے آپ نے سعودی عرب کویت، ایران، عراق، لبنان، برطانیہ، پاکستان اور بھارت کا سفر فرمایا۔ ان تمام اسفار کے اندر آپ نے ایران، عراق کے مسئلے میں بنگلہ دیش کے عوام کے جذبات کی صحیح طور پر ترجمانی فرمائی اور اس شرمناک جنگ کو بند کرانے کی ہر ممکن کوشش کا فریضہ ادا فرمایا۔ ۲۳ر جولائی ۱۹۸۳ء میں آپ نے ... سیاسی جماعتوں کے قائدوں کو گول میز کانفرنس میں بلایا۔ ۲۴ر سیاسی جماعتوں کے سیاسی زعمائے کے سامنے آپ نے سیاسی اور اقتصادی اصلاح کے پیش نظر اسلام کے پرچم تلے متحد ہونے کی دعوت دی۔ صدر ارشاد کے بعض اقدامات کے خلاف بھی آپ نے سخت احتجاج فرمایا اور ایک جلوس سے آپ کے ۲۴ر کارکن گرفتار ہوئے اور خود آپ کے نقل و حرکت کو لال باغ کے احاطے میں محدود رکھا گیا۔ بالآخر، جون ۱۹۸۶ء میں آپ نے صدر حسین محمد ارشاد کے مقابلے میں بھی صدارتی انتخاب لڑا۔

تاریخ ڈھاکہ کی سب سے بے نظیر نماز جنازہ

تین لاکھ سے زائد افراد نے حضرت حافظ جی حضورؒ کی نماز جنازہ میں شرکت فرمائی، کہا جاتا ہے کہ ڈھاکہ کی تاریخ میں ایسی بڑی جماعت نماز جنازہ کی (بجز صدر ضیاء الرحمٰن مرحوم کے) کوئی نظیر نہیں ملتی۔

صدر حسین محمد ارشاد اور تمام سیاسی جماعتوں کے زعماء کے ساتھ ملک کے تمام مکتب فکر کے علماء و عوام اور تبلیغی جماعت کے سربراہوں نے نماز جنازہ میں شرکت کی۔ غیر ملکی سفیروں میں سفیر پاکستان ریاض پیرخو کر بھی شریک تھے ۲ بجکر ۵۴ منٹ پر حضرت کا جنازہ قومی عیدگاہ کے تاریخی میدان میں پہنچنے سے پہلے لاکھوں افراد کے ہجوم نے عیدگاہ میں تل دھرنے کی جگہ نہ چھوڑی۔ صدر حسین محمد ارشاد، سابق نائب صدر ابو سعید چودھری، وزیر مذہبی امور مولانا عبدالمنان اور مولانا فضل الحق امینی وغیرہم نے جنازہ کے پہنچنے تک لاکھوں افراد کے مجمع میں اپنے اپنے تاثرات کو پیش کیا۔ جنازہ کے پہنچ جانے کے بعد صدر ارشاد کی تقریر بند ہوئی اور لاکھوں افراد کی سیلاب کو روکنے سے ٹریفک پولیس بھی عاجز آگئی اور صفوں کی درستگی تقریباً ناممکن تھی اسی حال میں حضرت کے بڑے صاحبزادے مولانا قاری حمد اللہ نے نماز جنازہ کی امامت کی۔

صدر حسین محمد ارشاد کی طرف سے تنفیذ اسلام کی یقین دہانی۔

صدر حسین محمد ارشاد نے مجمع سے کہا کہ حضرت سے میری کئی دفعہ ملاقات ہوئی۔ آپ نے مجھ سے فرمایا تھا کہ "تم میرے بیٹے جیسے ہو، ملک میں اسلامی حکومت نافذ کرو"۔ ان شاء اللہ بنگلہ دیش میں اسلامی حکومت قائم کرکے حضرت حافظ جی حضورؒ کے خواب کو عملی جامہ پہناؤں گا۔

آخری آرامگاہ

مرحوم کی آخری یادگار عظیم اسلامی درسگاہ مدرسہ نوریہ" کامرانگی چر" میں آپکی وصیت کے مطابق آپ کے حجرہ کے متصل برصغیر کے مشہور عالم دین، حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ کے ممتاز اور آخری

بنگلادیشی خلیفہ حضرت مولانا محمد اللہ حافظ جی حضور قدس سرہم کو دفن کیا گیا۔

حقیقت کا انکشاف

صدارتی انتخاب میں حصہ، سفرِ ایران اور چند رشتے داروں کا حلقہ۔ ان تین چیزوں کی وجہ سے اگرچہ حضرت کی شخصیت مختلف فیہ بن گئی تھی مگر آپ ایک محقق عالم دین، کثیر التلاوۃ حافظ قرآن، ذکر الٰہی میں رطب اللسان ولی اللہ اور امت کے مخلص و غمخوار ہونے میں کسی کو بھی ادنیٰ شک و شبہ نہ تھا۔ تمام سیاسی زعماء کو توبہ کا جو پیغام آپ نے دیا تھا ایک دفعہ کم از کم آپ کی وفات کے بعد سبھی اس پیغام کو قبول کرنے کا عہد ہر سیاسی رہنما کی زبان پر جاری ہوا۔ چاہے وہ دائیں بازو کا ہو یا بائیں بازو کا۔ ذلک ھو الفوز العظیم

اخیر میں صدر ارشاد اور دیگر مسلمان حکمرانوں کے لئے دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ انہیں ہوش میں آنے کی اور خلق خدا کو قانون الٰہی کے سایۂ رحمت میں آسرا دینے کی توفیق مرحمت فرمائے اور اس کی تمام نیکیاں حضرت مرحوم اور اللہ کی راہ میں قربانیاں دینے والے تمام بزرگوں کو ملیں۔ (آمین)

ع ایں دعا از ما و از جملہ جہاں آمین باد

واقعۂ وفات

شیخ القراء حضرت قاری فتح محمد پانی پتی ثم المدنیؒ

از: مولانا عبدالقادر مدنی

حضرت قاری فتح محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ رحمۃً واسعۃً حسب معمول، ۱/۲ ۔ ۸/۴ ،۱۵ بروز بدھ عصر سے عشاء تک حرم نبوی شریعت میں رہے۔ عشاء سے قبل امام حرم شریف "علی عبدالرحمٰن الحذیفی" مدظلہٗ بچوں کے ساتھ حاضر ہوئے حضرتؒ لیٹے ہوئے تھے۔ امام صاحب کی خاطر اُٹھنے لگے مگر امام صاحب نے نہ اُٹھنے دیا اور بچوں کے سروں پر برکت کے لئے حضرتؒ کا ہاتھ پھروایا اور اپنے لئے حسن خاتمہ کی دعا کرائی۔ حضرت کا دستور تھا جب کوئی معزز زیارت کو آتا تو اس کی خاطر سے اُٹھ بیٹھتے تھے۔ شاید اس وقت حضرت کو کچھ نورانی شکلیں نظر آتی ہوں' یہ بیٹھنا اسی قبیل سے ہو، واللہ اعلم۔ دستور کے مطابق عشاء کے بعد حضرتؒ کے پاس معتقدین جمع ہوگئے اور حضرت نے سب کی حاجات براری کے لئے اجتماعی دعا فرمائی اور اپنے خادم خاص حافظ محمد اطہر سلمہٗ کے بچے عزیز عبداللہ سلمہٗ سے قرآن پاک سُنتے ہوئے گھر تشریف لے آئے۔ حضرت استانی صاحبہ مدظلہا نے از خود حضرت کے کمرے کی مغرب کے بعد خوب صفائی کی، خوشبو چھڑکی اور اگر بتیاں جلا دیں حتیٰ کہ ضرورت والی بالٹی بھی حمام میں رکھوا دی۔ کمرے میں حضرتؒ داخل ہوئے تو خوب صاف اور خوشبو سے مہکا ہوا تھا۔ حضرت کو احقر عبدالقادر عفرلہٗ کاتب حضرت والا نے کھانا کھلایا۔ حضرت نے چائے پی اور کھانسی کی دوائی کا ایک چمچہ لیا۔ حضرتؒ کے پاس قاری محمد طاہر صاحب رحیمی، قاری ...بخش صاحب صدر مدرس مدرسہ تحفیظ القرآن فتحیہ مدنی، مسجد آفیسر کالونی گارڈن کراچی اور عبدالقادر عفرلہٗ تین آدمی تھے، عبدالقادر

نے قاری محمد سلیمان صاحب دہلوی سے وارد بڑے آٹھ صفحات پر مشتمل ایک خط سُنایا۔
اس کے بعد حضرتؒ لیٹے لیٹے قاری محمد طاہر صاحب، قاری خدا بخش صاحب اور عبدالقادر عفرلہٗ سے مختلف باتیں سُنتے رہے اور خلافِ معمول بعض باتوں پر خوب ہنسے۔ یہ سلسلۂ کلام تقریباً ۱۱½ بجے تک رہا۔ ضرورت سے فارغ ہوئے، زمزم پیا اور سب سو گئے، تقریباً ۲ بجے حضرت بیدار ہوئے۔ عبدالقادر عفی اللہ عنہ نے ضرورت سے فارغ کرایا اور سو گئے۔ تقریباً ۲۵، ۳ پر حضرت کی طرف سے ڈکار یا ہچکی کی آواز آئی۔ عبدالقادر عفرلہٗ فوراً بیدار ہوا، دیکھا کہ حضرت اُٹھ رہے ہیں، سہارا دے کر بٹھایا اور دریافت کیا ضرورت سے فارغ ہونا ہے؟ فرمایا نہیں۔

اتنے میں قاری محمد طاہر صاحب، قاری خدا بخش صاحب بھی اُٹھ گئے، لٹانے لگے تو حضرت کی طبیعت خراب معلوم ہوئی۔ قاری محمد طاہر نے فرمایا کہ ڈاکٹر کو بلاؤ۔ عبدالقادر عفرلہٗ اوپر کی منزل میں حافظ محمد اطہر سلمہٗ کو ڈاکٹر کے لئے کہنے گیا، واپس آیا تو حضرتؒ وفات پا چکے تھے۔ قاری محمد طاہر صاحب، قاری خدا بخش صاحب سورۂ یٰسین کا دوسرا رکوع پڑھ رہے تھے۔ پھر سب کی زبان پر انا للہ جاری ہو گیا۔ استانی جی صاحبہ اپنے ہاتھ حضرتؒ کی ٹھوڑی اور آنکھوں پر رکھے ہوئے تھیں۔ قاری خدا بخش صاحب پاؤں کی طرف سے نبض دیکھ رہے تھے۔ پھر اُستانی صاحبہ ہٹ گئیں۔ قاری خدا بخش صاحب اور عبدالقادر عفی اللہ عنہ نے ٹھوڑی اور پاؤں کے انگوٹھے باندھے اور آنکھیں بند کیں۔ استانی جی صاحبہ نے سفید چادر حضرتؒ کے اوپر پھیلا دی۔ قاری محمد طاہر صاحب نے بتایا کہ آپ کے اوپر جانے کے بعد حضرت کو فقط دو ہچکیاں آئیں اور روح مبارک پرواز کر گئی۔ اس وقت کمرہ میں ایک عجیب پُرکیف خوشبو تھی۔ ۴۰، ۳ بجے تھے۔ حافظ کلیم اللہ سلمہٗ کے ذریعہ قاری عبداللہ صاحب قصوری کو بلایا گیا، پھر وہ دونوں ڈاکٹر منصور کو بلا لائے۔ عبدالقادر عفرلہٗ نے حاجی محمد ہارون صاحب میمن کو فون کیا اور کہا کہ بھائی عبدالخالق صاحب کو کراچی فون کر دیں۔ قاری محمد طاہر صاحب، قاری خدا بخش صاحب، عبدالقادر عفی اللہ عنہ نے تہجد حضرت کے کمرے میں پڑھا۔ نمازِ فجر مسجد نبوی شریف میں پڑھنے کے بعد عبدالقادر ڈاکٹر منصور صاحب تھانے اطلاع کرنے گئے اور حافظ محمد اطہر سلمہٗ شہر میں احباب کو اطلاع کرنے میں مشغول ہو گئے اور مکہ مکرمہ حافظ صالح صاحب کو فون کیا کہ وہ مکی احباب کو اطلاع کر دیں۔ تھانے والوں نے جنت البقیع سے نعش اُٹھانے والی سرکاری گاڑی (ایمبولنس) منگوائی اور حضرت کے مکان پر آ گیا۔ آتے ہی حضرت کی نعش کو مستشفیٰ ملک فہد بھیج دیا۔ قاری احمد اللہ صاحب، قاری محمد طاہر صاحب، قاری خدا بخش صاحب قاری غلام محمد صاحب مری والے تو اسی ایمبولنس میں ساتھ گئے۔ دیگر احباب پیچھے حافظ

حافظ عبدالرحمن بن قاری رمضان صاحب کی جی ایم سی اور ڈاکٹر شوکت اللہ صاحب کے رینٹ کی کار پر گئے۔ ڈاکٹر منصور صاحب اور عبدالقادر پولیس والے کے ساتھ مکان پر رہے۔ جب پولیس والا اپنی کاغذی کارروائی کر کے چلا گیا تو ڈاکٹر منصور صاحب، عبدالقادر، صوفی محمد اسلم صاحب ہسپتال روانہ ہوگئے۔ وہاں پہنچنے پر معلوم ہوا کہ ڈاکٹری ہو چکی، حضرت کی نعش کو برف خانہ میں رکھ دیا گیا۔ حافظ عبدالرحمن سلمہ، ڈاکٹر شوکت صاحب کا بیٹا حضرت کے کفیل الشیخ صالح فنیس سے ورقہ لینے گئے ہیں۔ کفیل کی طرف سے اجازت نامہ آئے گا تو ہمیں نعش ملے گی۔ ڈاکٹر منصور صاحب نے کوشش شروع کردی کہ ورقہ آنے سے قبل ہی نعش مل جائے، کوشش کامیاب ہو چکی تھی کہ ورقہ بھی آگیا۔ جنت البقیع سے ایمبولنس منگوائی گئی۔ احباب کا باہمی مشورہ ہوا کہ مکی رباط میں صوفی محمد اسلم صاحب احباب کی معیت میں غسل دیں۔ ڈاکٹر منصور صاحب نے اس کام کے لئے عبدالقادر کو امیر بنایا۔ تقریباً ½۹ بجے نعش مکی رباط آگئی۔ جنت البقیع سے پٹڑہ اور چارپائی لائی گئی۔ مولوی ملک عبدالوحید صاحب قاری احمد اللہ صاحب اور بعض احباب بیری کے پتے لائے نیز مولوی عبدالوحید صاحب مطابع رشید والے صندل کا بورا اور کافور بھی لائے۔ قاری غلام محمد صاحب صابن، روئی لائے۔ جب پانی بیری کے پتوں کے ساتھ گرم ہوگیا تو صوفی محمد اسلم صاحب نے غسل سنت کے مطابق دیا۔ قاری احمد اللہ صاحب، قاری عبداللہ صاحب، قاری محمد طاہر صاحب، قاری شبیر صاحب، قاری غلام صاحب، قاری غلام یٰسین، حافظ عبدالرحیم اور عبدالقادر غفرلہ، وغیرہم پانی پکڑانے اور ڈالنے میں معاون رہے۔ تقریباً ۱۱ بجے غسل تکفین سے فارغ ہوگئے۔ صوفی محمد اسلم صاحب نے مسنون کفن چارپائی پر مرتب کیا، اس پر روئی بچھائی، صندل کا بورا چھڑکا اور نعش کو رکھا۔ کفنی پہنائی۔ کافی عطر چھڑکا گیا۔ پر کافور لگایا گیا۔ پھر استانی جی کے حسب فرمان جنازہ کندھوں پر مکان کے نیچے لایا گیا۔ مستورات نے زیارت کی۔ اس کے بعد تقریباً پونے بارہ بجے باب الرحمت سے حرم شریف میں داخل ہوئے مکہ مکرمہ سے حافظ صالح صاحب بذریعہ جہاز اور قاری سیف الدین صاحب بذریعہ اسپیشل کار پہنچے اور نماز جنازہ میں شریک ہوئے باقی بعض مکی حضرات تدفین میں شریک ہوگئے۔ نمازِ ظہر کے بعد امام حرم نبوی شریف علی عبدالرحمن الحذیفی مدظلہ نے نماز جنازہ پڑھائی جو رات کو ملاقات کر گئے تھے۔ نماز کے بعد جنازہ مسجد سے باہر نکلا تو ہاتھوں پر سروں سے اونچا اٹھا لیا گیا۔ کندھوں پر آنے نہیں دیا، نیچے کرو نیچے کرو، انزلو انزلو" کی آوازیں تھیں، لا الٰہ الا اللہ، لا الٰہ الا اللہ کا ورد تھا۔ ہزاروں عربوں، عجموں کا مجمع مستانہ وار جنت البقیع تک ساتھ گیا۔ کئی لوگوں کے جوتے اتر گئے، پروا نہیں کی۔ آئمہ، مشائخ ساتھ تھے۔ بقیع کا گیٹ کھول دیا گیا، پورا مجمع اندر گیا۔ جس خطہ میں حضرت امام نافع شیخ القرا،

امام مالکؒ، ابراہیم بن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اور بعض صحابہ کے مزارات ہیں۔ وہاں چند قبریں کھدی ہوئی تھیں۔ قاری غلام محمد صاحب مری والے پہلے جاکر ایک قبر پہ کھڑے ہوگئے۔ بقیع کا ملازم آگے سے جانا چاہا مگر قاری صاحب موصوف نہ ہٹے، گویا قبضہ کرلیا اتنے میں جنازہ بھی پہنچ گیا۔ بعض مکی حضرات نے زبردستی وہاں زیارت کی اور عطر چھڑکا قبر میں حاجی غریب الدین صاحب اور حافظ عبدالرحمٰن سلمہٗ اُترے۔ سُنّت کے مطابق قبلہ رُخ دائیں کروٹ پہ رکھا گیا اور تقریباً ۲ بجے تدفین سے فارغ ہوئے شیخ عبدالرحیم عولیضہ رئیس جماعت خیریہ تحفیظ القرآن مدینہ منورہ نے اجتماعی لمبی دعا کرائی۔ بعد میں احباب منتشر ہوگئے۔ سیکڑوں آنکھیں اشکبار تھیں۔ پاکستانی قراء مدینہ منورہ کے ساتھ امام علی عبدالرحمٰن الحذیفی بھی سوگواروں اور تعزیب قبول کرنے والوں کی لائن میں کھڑے تھے۔

تھوڑی دیر بعد مدینہ منورہ پہ ایک بدلی آئی اور دھوپ کے ہوتے ہوئے بارانِ رحمت برساتی ہوئی چلی گئی رحمۃ اللہ رحمۃ واسعۃ

تعارف وتبصرہ

م۔ت۔ع

اوجز المسالک

موطا امام مالک کی عظیم شرح عربی ٹائپ کے دلکش لباس میں

تالیف: شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحب کاندھلوی قدس سرہٗ

ناشر: ادارۂ تالیفات اشرفیہ بیرون بوہڑ گیٹ۔ ملتان۔ سائز: ۲۰×۳۰۔ عمدہ دبیز کاغذ پر ٹائپ کی خوبصورت عکسی طباعت۔ مکمل ۱۵ جلدیں۔ ہر جلد مضبوط، دلکش اور ڈائی دار۔ مکمل سیٹ کا ہدیہ بارہ سو روپے مدارس عربیہ کے لئے خصوصی رعایت۔

موطا امام مالکؒ حدیث کی مشہور و معروف کتاب ہے جو دوسری صدی ہجری میں نہ صرف یہ کہ حدیث کے ابتدائی مدون ذخیروں میں امتیازی مقام رکھتی ہے بلکہ وہ ساتھ ساتھ اہل مدینہ کے فقہ کا بھی عظیم الشان ماخذ ہے۔ جب تک صحیح بخاری منظرِ عام پر نہیں آئی تھی۔ اس وقت تک اس کو "اصح الکتب بعد کتاب اللہ" کا مرتبہ حاصل تھا۔

اس کتاب کی بیشمار شروح لکھی گئی ہیں جن میں مختصر اور مفصل ہر طرح کی شروح موجود ہیں۔ لیکن آخر زمانے میں شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا کاندھلوی قدس سرہٗ نے "اوجز المسالک" کے نام سے اس کتاب کی جو شرح لکھی ہے وہ اپنی جامعیت اور افادیت کے لحاظ سے اپنی مثال آپ ہے۔ حضرت مولانا نے اس شرح میں احادیث کی تشریح و تفسیر کے ساتھ اس کے متعلق جملہ مباحث کا استقصا فرمایا ہے۔ احکام سے متعلق احادیث کے ساتھ تمام ائمہ مجتہدین کے فقہی مذاہب ان کے دلائل اور ترجیح راجح کا اہتمام فرمایا ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نقد و تبصرہ

نام کتاب: "حیلۂ ناجزہ" (یعنی عورتوں کا حق تنسیخ نکاح)
مصنف: حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانویؒ،
ضخامت: ۲۴۸ صفحات،
طباعت: مناسب، خوبصورت مضبوط جلد، ناشر: دارالاشاعت کراچی ا

ایک فرد کی تربیت اور ذہنی وجسمانی نشوونما، اور اخلاق و کردار کی پرداخت میں، خاندان، اور گھرانہ"۔ جو حیثیت رکھتا ہے وہ کسی سے چھپی ہوئی نہیں ہے، گھریلو زندگی، جسقدر پرسکون پرعافیت ہوگی، اور اہل خانہ جس قدر باہمی طور پر متحد و متفق ہوں گے، اسی تناسب سے، فرد کے ذہن وجسم کی تعمیر ہوگی۔

اسلامی قانون میں اس لازمی شعبے کے لئے بھی ہمہ جہتی ضوابط اور اصول مقرر کئے گئے ہیں اور ان ناگزیر حالات کو سامنے رکھتے ہوئے، جنمیں شوہر و بیوی کے لئے ایک ساتھ زندگی گذارنا دشوار ہوگیا ہو، علیحدگی کے لئے بھی ایک رخنہ چھوڑا گیا ہے، اسمیں جذباتی کیفیت کا لحاظ کرتے ہوئے "طلاق" کا اختیار تو مرد کو دیا گیا ہے لیکن شدید ضرورتوں میں خود عورت ہی کی طرف سے علیحدگی کا طریقہ "خلع" مقرر کیا گیا ہے۔

اس کے علاوہ فسخ نکاح کی ضرورت بعض ایسے مواقع پر بھی پیش آسکتی ہے کہ جب شوہر کا کچھ پتہ ہی نہ چلتا ہو کہ وہ کہاں ہے۔ زندہ بھی ہے یا مرگیا، ایسی صورت میں اسکی بیوی کے لئے کب تک انتظار کرنے کا حکم ہے؟

اسی طرح اگر شوہر، وظیفۂ زوجیت کی ادائیگی سے قاصر ہے، یا گھریلو اخراجات برداشت نہیں کرتا، تو اس سے علیحدگی کا کیا طریقہ ہے؟

ان سب گوشوں پر بھی شریعت اسلامیہ نے پوری تفصیل سے اپنا طریقہ کار پیش کیا ہے،

ان مسائل کی بعض صورتوں میں، عورتوں کے لئے انتظار کرنے کا حکم "حنفی مسلک" میں کافی مدت تک رکھا گیا تھا، موجودہ حالات میں اس پر عمل درآمد بہت مشکل تھا۔ اس لئے ضرورت تھی کہ حالات کا جائزہ لے کر دوسرے ائمہ کرام کے مسلک پر فتویٰ دیا جائے۔

یہ اجتہادی کوشش، حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی صاحب تھانویؒ نے فرمائی جو، "حیلۂ ناجزہ" کے نام سے تحریری صورت میں جلوہ گر ہوئی۔ یہ کتاب ایک طرف تو اس بات کی شاہد ہے کہ اہل تحقیق علماء نے کبھی "جمود" سے کام نہیں لیا، اور حقیقی دشواریوں کا حل تلاش کرنے میں کبھی تساہل نہیں برتا۔ دوسری طرف یہ کتاب اس بات کا نمونہ بھی ہے، کہ "اجتہاد و تحقیق" کس چیز کا نام ہے۔ اور اس کے لئے کس اہلیت وصلاحیت کی ضرورت ہے، نیز تنسیخ نکاح کے تمام پہلوؤں پر پوری وضاحت سے روشنی ڈالتی ہے اور اس مسئلہ پر یہ ایک بے نظیر کتاب ہے جو علماء فقہاء سے خراج تحسین وصول کرتی رہی ہے۔

اس کی اشاعت پہلے تھانہ بھون اور دیوبند سے ہوتی رہی تھی، اب دارالاشاعت کراچی نے، خوبصورت ڈائی دار جلد اور مفید اضافوں کے ساتھ، اس کا ایک آسان لقب "عورتوں کا حق تنسیخ نکاح" تجویز کر کے شائع کیا ہے، تاکہ آجکل کے قارئین کے لئے بھی مضامین کتاب کی وضاحت ہو جائے نیز اس ایڈیشن میں سپریم کورٹ کے ایک فیصلہ پر تبصرہ "اسلام میں خلع کی حقیقت" کے نام سے شامل کر دیا گیا ہے جو حضرت مولانا محمد تقی عثمانی مدظلہم کا تحریر کردہ ہے۔ جس سے موجودہ عائلی قانون کے طریقہ کار کی غلطیوں کی پوری وضاحت ہو جاتی ہے، اس طرح یہ ایڈیشن فسخ نکاح کے صحیح طریقوں کی تفصیل اور غلط طریقوں کی نشاندہی کا جامع ہے۔

"عورتوں کے حقوق" کے دلفریب نام سے، متجددین اور یورپ زدہ طبقہ جو کچھ زہر پھیلا رہا ہے، امید ہے کہ اس کتاب کی اشاعت سے اس کا سد باب ہوگا، اور موجودہ سرکاری عائلی قوانین میں جو غلطیاں پائی جاتی ہیں، اس کی بخوبی نشاندہی ہوگی اور خدا کرے کہ یہ کتاب اس قانون ہی کی اصلاح کا ذریعہ ہو جائے۔

یہ کتاب اس لائق ہے کہ وکلاء اور قانون سے تعلق رکھنے والے ہر فرد کے ہاتھ میں پہنچا دی جائے۔

(ر۔ ع۔ ص)

"اوجز المسالک" برصغیر پاک وہند کے علمی حلقوں میں اس قدر مقبول عام شرح ہے کہ اس کی تعریف و توصیف اور اس کے علمی و تحقیقی خصائص علماء کے سامنے بیان کرنے کی حاجت نہیں، جس شخص کو بھی علم حدیث سے ادنیٰ مس ہو وہ اس کے خصائص و مزایا سے بخوبی واقف ہے۔

یہ کتاب پہلی بار سہارنپور سے لیتھو پر شائع ہوئی تھی، اس کی کتابت و طباعت معیاری نہیں تھی، خاص طور سے شرح کا حصہ بہت باریک اردو رسم الخط میں لکھا ہوا تھا جس سے استفادے میں کافی دشواری ہوتی تھی، اور خاص طور پر عرب ممالک بر علماء اس انداز کی طباعت سے مانوس نہ ہونے کی بنا پر اس سے استفادہ نہ کر سکتے تھے۔

بعد میں یہ کتاب عربی ٹائپ پر بیروت سے طبع ہوئی جو ان نقائص سے خالی تھی، اس کے شروع میں شیخ الحدیث حضرت مولانا سید محمد یوسف بنوری صاحب قدس سرہٗ اور حضرت مولانا سید ابو الحسن علی ندوی صاحب مدظلہم العالی نے دو قیمتی مقدمات تحریر فرمائے جو موطأ امام مالک اور اوجز المسالک کی خصوصیات اور اس کے مؤلف قدس سرہ کے بارے میں گرانقدر معلومات پر مشتمل ہیں۔

کچھ عرصے سے "اوجز المسالک" کے نسخے نایاب جیسے ہو گئے تھے، بالخصوص یہ ٹائپ والا نسخہ پاکستان اور ہندوستان میں اول تو ملتا نہیں تھا، اور اگر باہر سے منگوایا جائے تو گراں بہت پڑتا تھا، ماشاء اللہ ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان کے ناظم مولانا محمد اسحٰق صاحب نے اس ٹائپ والے نسخے کا فوٹو لے کر اسے پاکستان میں شائع کر دیا ہے ان کا یہ اقدام بلاشبہ ایک ایسا کارنامہ ہے جس نے اہل علم کی پیاس بجھانے کا اہتمام کیا ہے۔ کتاب کے علمی مضامین کی تو کوئی قیمت ہو ہی نہیں سکتی، لیکن طباعت، کاغذ اور جلد بندی کے اس معیار کے ساتھ ۱۵ جلدوں پر مشتمل سیٹ کا عام ہدیہ بارہ سو روپیہ یقیناً مناسب ہے۔ اللہ تعالیٰ ناشر کی اس کوشش کو قبول عام بخشیں اور اہل قلم کو اس کی پذیرائی کی توفیق عطا فرمائیں۔ آمین۔

(م۔ت۔ع)